

شہنشاہ اسلام



SHAMS-UL-ISLAM,
BHERA (Pakistan)

باہتمام ایم غلام حسین - ایڈیٹر - پرنٹر - پبلشر
ننائی پوٹی پریس سرگودھا سے چیکر بھیرا (پاکستان) سے شائع ہوا

طبايع
معاونين
سلاطنه خنده

۷۸۷

شمس الاسلام

مکتبہ اسلامیہ
گیارہ مارچ کو شائع
ہوتا ہے

جلد ۱۹

بھیرہ مخربہ پنجاب - بابت ماہ محرم الحرام ۱۳۶۸ھ مطابق ماہ نومبر ۱۹۴۸ء

نمبر ۱۱

قصیدہ امام زین العابدینؑ

إِنْ بَلَّتْ يَا رَبِّ نَحْمُ الصَّبَا يَوْمًا إِلَى أَرْضِ الْحَمَامِ
بَلِّغْ سَلَامِي فِي رَوْضَةٍ فِيهَا النَّبِيُّ الْحَقَّامُ

اے صبا اگر کسی دن تیرا سر زمینِ حرم میں گزر ہو تو میرا سلام اس روضہ پر پہنچا دو جو جہیں حضور صلعم آرام فرما ہیں

مِنْ وَجْهِهِ شَمْسُ الظُّلَمِ مِنْ خَلِّهِ بَدْرُ الدَّجَى
مِنْ ذَاتِهِ نَوْرُ الْهَدَى مِنْ كَفِّهِ نَحْمُ الْحَمَامِ

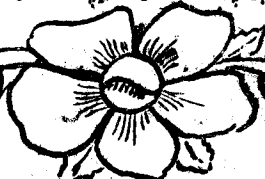
وہ جس کے چہرے سے سورج چمکتا ہے اور اس کے زخماں سے چاند روشن ہو جیسا کہ ذاتِ ہدایت کا اندر سے چمکتی شمس کا پسند ہے

أَلْبَادُ نَاخِرُ وَحَةٍ مِنْ سَيْفِ هَجْرِ الْمُصْطَفَى
طَوَّافِي لِأَهْلِ بَلَدَةِ فِيهَا النَّبِيُّ الْمُحْتَرَمُ

ہماری جگہ حضرت محمد مصطفیٰ کے فراق کی تلواریں زخمی ہیں تو شمعِ ہدی ہوان لوگوں کو جو رسول اکرمؐ کے شہر میں رہتے ہیں

يَا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ أَدْرَاكِ لِرَبِّ الْعَابِدِينَ
مُحْبُوسُ أَيْدِي الظُّلَمِ فِي الْمَوْكِبِ الْمَلْزَمِ

اے رحمتہ للعالمین زین العابدینؑ پر بھی اپنی رحمت ڈال دے تجارہ ظالموں کے ہاتھوں میں قید ہے جسکے لشکرِ دارِ اعداء ہے



باہتمام ایم غلام حسین - ایڈیٹر - پرنٹر - بلشر ثنائی بقی پرپس سرگودھا سے چھپکے بھیرہ پاکستان سے

شائع ہوا

تفسیر سورۃ العصر

(از افاضات حضرت علامۃ مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَّصُوا بِالحَقِّ وَتَوَّصُوا بِالصَّبْرِ

شرح الفاظ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اللہ ہی کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان اور بخیر و عیب گیم کرنے والا ہے۔ وَ اور قسم۔ ساتھ۔ یہاں قسم کے معنی میں آیا ہے۔ عَصْرُ زمانہ۔ نماز عصر دن کا آخری حصہ۔ یہاں مراد ناہ ہے۔ وَالْعَصْرِ قسم ہے زمانے کی۔ اِنَّ یقیناً۔ واقعی۔ حقیقت میں اِنَّ الْإِنْسَانَ حقیقت میں انسان لے البتہ فی میں۔ نیچ خُسْر نقصان۔ گھٹا لہنی خُسْر البتہ گھٹے میں ہے۔ وَالْعَصْرِ اِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ قسم ہے زمانے کی کہ حقیقت میں انسان گھٹے میں ہے۔ اِلَّا۔ سوائے۔ لیکن۔ یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں۔ مگر ”سوائے“ زیادہ مناسب ہے اَلَّذِیْنَ وہ لوگ جو۔ ان لوگوں کے جو اٰمَنُوا ایمان لائے اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے وَ اور عَمِلُوا کام کئے صَالِحَاتِ۔ اچھے۔ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اور اچھے کام کئے وَ اور تَوَّصُوا ایک دوسرے کو نصیحت کرتے رہے۔

(ب) ساتھ۔ قسم۔ پر۔ میں وغیرہ۔ حَقُّ سچائی۔ حقیقت۔ اللہ تعالیٰ کے متعلق بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے کیونکہ اس کا وجود بھی ایک حقیقت ظاہر ہے۔ وَ تَوَّصُوا بِالْحَقِّ اور ایک دوسرے کو نصیحت کرتے رہے درست باتوں کی پروردگی کرنے کی، صَبْر۔ برداشت۔ تحمل۔ وَ تَوَّصُوا بِالصَّبْرِ اور ایک دوسرے کو نصیحت کرتے رہے صبر و تحمل (سے کام لینے) کی عرب گزشتہ زمانے کو دھڑ اور موجودہ زمانے کو لفظ عصر سے تعبیر کیا کرتے تھے لیکن اگر گزشتہ زمانے کو اس نقطہ نظر سے دیکھا جائے کہ اس کے واقعات کا عکس زمانہ حال میں نظر آ رہا ہے تو اسے بھی لفظ عصر ہی سے پکارتے تھے اسی کا دوسرا نام علم تاریخ ہے تو اس لحاظ سے مطلب یہ ہوگا کہ تاریخ اس امر پر شاہد ہے کہ انسان ہمیشہ گھٹے میں رہا۔

اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ یہاں عصر سے مراد علم تاریخ ہے یعنی آفرینش آدم سے لے کر اس وقت تک کی ساری تاریخ۔

قرآن نے تاریخ کو اپنے دعوے کی دلیل کے لئے بطور سند پیش فرمایا کہ تم تاریخ کی مدق گردانی کر دو گے تو تم پر ہمارے دعوے کی صداقت صاف طور پر روشن ہو جائے گی۔ اور تمہیں وضع طور پر معلوم ہو جائیگا کہ خدا سے سے بچنے والے صرف وہی لوگ تھے جو ان صفات مذکورہ بالا سے متصف تھے ان صفات میں سے پہلی صفت ایمان ہے اور ایمان سے مراد یہ ہے کہ وہ اعتقادات جو ان کے سامنے ان کی کتاب ہدایت اور میران حق نے پیش کئے ان پر یقین کر لیا جائے اور ان کے سوا کسی اور عقیدہ باطل کو اپنے قریب نہ بٹھکے دیا جائے۔ اب ہم ان عقائد کو بیان کرتے ہیں جن پر یقین کر لینا اور انہیں صحیح طور پر مان لینا انسان کی کامیابی اور بام ترقی تک پہنچنے کے لئے پہلی سیڑھی ہے۔

دین اسلام کے وہ بنیادی عقیدے جن میں سے کسی ایک کے انکار سے انسان ضلالت کے شعلہ زار جہنم میں جاگرتا ہے اسلام اپنے پیروکاروں سے ان کے اعتقاد کا تقاضا کرتا ہے ان ٹھوس اور بنیادی عقائد کی تعلیم کے لئے اللہ رب العالمین نے مختلف وقتوں میں انبیاء کو مبعوث فرمایا قرآن نے ان بنیادی عقائد کو یوں بیان کیا

لَيْسَ الْبِرُّ أَنْ تُولُوا وَجُوهَكُمْ قَبْلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ الْبِرُّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ بِالْآيَةِ.

نیکی اس چیز کا نام نہیں ہے کہ تم اپنے منہ مشرق و مغرب کی طرف پھرا کر دیکھو بلکہ حقیقت میں بھلائی اور نیکی تو یہ ہے کہ اللہ کی وحدانیت کو مان لیا جائے قیامت کا دن 'فرشتے' کتاب ہدایت اور انبیاء ان میں سے ہر ایک کا منسلک شریعت کے مطابق دل سے اقرار کر لیا جائے جو شخص ان مذکورہ بالا عقائد میں سے کسی ایک کو نہیں مانتا یا ان کلمات مذکورہ بالا میں سے کسی ایک جہنمی کا انکار کرتا ہے قرآن کی اصلاح میں اسے کافر کہا جاتا ہے۔ قرآن نے کافر کو گمراہ ترین انسان کہا۔

وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَفَعَلَا بَلَايَةً وَكُتِبَتْهُ فِي سُلْبِهِ الْيَوْمِ الْأَجْبِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا

جو شخص اللہ کا انکار کرتا ہے اللہ کے فرشتوں، اس کی تاری ہوئی کتابوں اور اس کے پیغمبروں کو جھٹلاتا ہے۔ نیز یوم قیامت پر یقین نہیں رکھتا تو وہ شخص گمراہی کے عمیق غاریں گزر کر راہ ہدایت سے بہت دور جا پڑا۔

ایمان باللہ کا پہلا مفہوم۔ ایمان باللہ کے تین مفہوم ہیں سب سے پہلا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کے وجود کا اقرار کیا جائے۔

قرآن کریم نے نبوت ذاتِ احدیت کے جا بجا دلائل بیان فرمائے خدا کے وجود پر سب سے پہلی دلیل تو خود ان کا وجود ہے اس لئے کہ انان حادث و مخلوق ہے اور ہر مخلوق کے لئے ایک خالق ہر موضوع کے

(باقی صفحہ ۳۹ پر)

مشیتِ باری!

مشیت نے جو چاہا باغِ مسلم میں بہا رکھے
کہیں صدیق کی نکتہ کہیں فاروق کی نکتہ
لگائے چار چاند آکے جو چرخِ خلافت میں
جمالِ روئے پروں یک بیک شرالیا گویا
کہاں ہی عظمتِ قیصر کہ صر ہی شانِ کسریٰ
گلیمِ سرنگیں اوڑھی فرشتوں نے محبت میں
کہا اللہ نے اس حال میں کیا ہم سے راضی ہو؟
جگر تھرا ٹھہیں کیونکر نہ فاروقی جلالت سے
عرب کی تیغ اٹھتی ہی عجم کا سر قلم ہوگا

تو صحنِ بوستاں میں غجمائے چار یار آئے
کہیں عثمانِ وحید کے شکفتہ برگِ دبار آئے
فروعِ ماہِ بنجر جہاں میں چار یار آئے
شالِ کوکبِ قسمت جہاں میں آشکار آئے
حکومتِ منگی باطل کی حق کے تاجدار آئے
سیہ کبلی میں پیشِ مصطفیٰ جب یارِ غار آئے
یہ سنکر اشکِ افشاں صورتِ ابر بہار آئے
چمکتی چمکتی جب وہ تیغِ شعلہ بار آئے
نہ کیوں رستم بھی آجائے نہ کیوں سفند یار آئے

تو واضح انکسار و بردِ باری شانِ عثمانِ خیمہ

وہ بستانِ جہاں نہیں بنے شاخِ باردار آئے
سٹائی مرحبِ عنتر کی ساری سرکشی آخر
یہ چاروں پیچہ دینِ محمد کے غماز ہیں
انہیں دیکھو و نامِ امتحانِ بدر و خندق ہیں
علیؑ باندھے ہوئے مقلینِ حیدم ذوالفقار آئے
زباں پر پھرنے کیونکر ان کی مدحت بار بار آئے
بہت ہی کامگار آئے بہت ہی کامگار آئے

لڑا اٹھے کلیمِ خوف و دہشت سے حریفوں کے
اگر پڑھتے ہوئے جب ملجِ اصحابِ کبار آئے

سرخ نشان دائرہ میں سرخ نشان سالانہ چندہ ختم ہونے کی علامت ہے۔ آئندہ ماہ کا سالہ بذریعہ وی بی آر سال ہونگا جسکے زائد اخراجات سے بچنے کے لئے بہتر صورت یہ ہے کہ آپ اپنا چندہ بذریعہ پی آر ڈر بھیجیں۔ خریداری منظور نہ ہو تو اطلاع دیں۔ خدا راوی پی واپس فرما کر ایک اسلامی ادارے کو نفعی نقصان نہ پہنچائیں۔ خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں (غلام حسین منیر شمس الاسلام)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حکومت الہی و استخلاف فی الارض !

اُمّتِ مسلمہ کا مقصد حیات

(ادارہ)

(۶)

حکومت الہی کے اجمالی تعارف اور اصولی مباحث کے بعد ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کے تمام متعلقات دوازم کو تفصیلاً بیان کیا جائے تاکہ مسلمانوں کے سامنے اس کا مقصد حیات پورے طور پر جاگم ہو کر آجائے۔ اور ان پر مردہ قواسمِ عمل میں فہم و شعور اور اقدام و سعی کی تازہ لہر دوڑا دے۔ اسلئے بھی اس وقت مسلمان پاکستان کے سامنے سب سے اہم سوال یہی ہے کہ وہ بہ طور کافرانہ تمدن و سیاست کو ہی اختیار کئے رکھتے ہیں یا اپنی زندگی کا منہج اسلامی نظام کی طرف موڑتے ہیں۔ آج مسلمانوں کے دنیا و طبقہ میں اسلامی نظام کے قیام کا زبردست داعیہ پیدا ہو چکا ہے اور وہ آمادہ ہو چکے ہیں کہ انگریز کے قانون اور لادین سیاست پر لعنت بھیج کر اپنی زندگی کو کافرانہ طور طریقوں سے پاک و صاف کر لیں لہذا وقت کا اہم مسئلہ یہی ہے کہ مسلمانوں کو بتلایا جائے اسلامی نظام کیا چیز ہے؟ اور اسلام کے مکمل نظام حیات ہونے کے کیا معنی ہیں؟

پہلے اسلامی آئین و دستور کے اصول و صبادی کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے اور پھر اس کی تفصیلات سنئے۔

اسلامی آئین و دستور اور اس کی بنیاد - خلافت الہیہ یا حکومت الہی کی بنیاد اس

فرمانِ ودائی اور قانون سازی کا حق سوائے اللہ کے اور کسی کو نہیں۔ اسلام تمام دنیا و انسانیت کے لئے محبت و ہمدردی، رحمت و رافت اور امن و عافیت کا انزلی وابدی پیغامِ عالم ہے۔ وہ تمام انسانوں کی فلاح و بہبود اور سعادت و نجات چاہتا ہے۔ اس کا مختصر پیغام کائناتِ انسانی کے لئے یہ ہے کہ یہ دنیا اللہ تعالیٰ کی سلطنت ہے۔ وہی اس کی خالق، مالک، مربی اور مدبر ہے۔ اس دنیا میں اسی کا حکم و قانون چلنا چاہئے۔ انسان پیدائشی اور فطری طور پر اسی کا بندہ ہے۔ اُسے اسی کا بندہ بن کر رہنا چاہئے۔ اُسی کی ہدایت کی پیروی

کرنی چاہئے۔ انسان کو ایک انسان یا چند انسانوں کی غلامی نہیں کرنی چاہئے بلکہ صرف اپنے آقائے حقیقی ہی کی غلامی کرنی چاہئے۔ انسانوں کی تمام بے راہ رویوں، غلط کاریوں، مظالم و مفسد اور مصائب و آلام کا واحد علاج یہ ہے کہ وہ تمام خود ساختہ حاکموں، الٰہوں اور آقاؤں سے باغی ہو کر صرف اللہ کی اطاعت و بندگی اختیار کریں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جتنے بھی انبیاء علیہم السلام اس دنیا میں آئے سب کی بعثت کا مقصد وحید میں تھا کہ انسانوں پر انسانوں کی حکومت نہ رہے۔ تمام انسان سیدھی طرح اپنے معبود حقیقی کے سامنے سر جھکا دیں۔ چنانچہ ارشاد ہے: **وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ**۔ اور ہم نے بھیجا ہے ہر ایک میں ایک رسول کہ (انہیں حکم دے) عبادت کرو اللہ کی اور طاغوت سے بچو۔ ر پارہ ۱۴۔ سورہ نحل۔ رکوع ۴۲

اس آیت کریمہ میں عبادت سے مراد یہ ہے کہ اپنی زندگی کے تمام معاملات و مسائل میں اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرو۔ (یہی سچی خدا پرستی اور حقیقی دینداری ہے) اور طاغوت سے مراد ہر وہ عقیدہ، عمل، نظام، فلسفہ، رواج، قانون، اقتدار اور شخصیت ہے جو انسان کو خدا کا باغی اور نافرمان بنا دے۔ خواہ وہ اپنا نفس ہو یا آبائی رسم و رواج اور یا انسانوں کا گھڑا ہوا نظام زندگی۔ دوسرے لفظوں میں ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جتنے بھی نبی آئے سب کا کام یہ تھا کہ انسانوں کے بنائے ہوئے تمام آئین و قوانین کو توڑ دیں انسانی حکومتوں کو ختم کر دیں اور انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نجات دلا دیں۔ چنانچہ ہر نبی نے اپنے اپنے زمانہ اور اپنی اپنی قوم سے یہی کہا کہ **لِقَوْمٍ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ** کہ اے میری قوم اللہ کی بندگی اختیار کرو اللہ کے سوا تمہارا کوئی الٰہ نہیں۔

یعنی اللہ کے سوا تمہارا کوئی حاکم قانون ساز، مطابِع مطلق اور آقا نہیں۔ تمہارا نفع و نقصان صرف اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ میں ہے۔

یہ محض ایک مذہبی عقیدہ ہی نہیں بلکہ آفتاب سے زیادہ روشن حقیقت ہے کہ چونکہ انسان انسانوں کا خالق نہیں اس لئے وہ انسانوں کی حقیقت بھی نہیں جان سکتا۔ وہ یہ بھی معلوم نہیں کر سکتا کہ انسانوں کی حقیقی ضروریات کیا ہیں؟ ان کا کس بات میں نفع اور کس بات میں نقصان ہے؟ پھر کوئی مقتدر سے مقتدر انسان بھی انسانوں کے جذبات و احساسات پر قابو حاصل نہیں کر سکتا۔ نہ کوئی انسان تمام انسانوں کا اہتمام اور خوش دلی حاصل کر سکتا ہے۔ انسان کو وہ علم و بصیرت اور تدبیر و دانش بھی میسر نہیں آ سکتی جو قانون سازی کے لئے ضروری ہے۔ وہ بے غرضی بے لوثی اور سچی ہمدردی کا مالک بھی نہیں بن سکتا وہ انسانوں کی بد اعمالیوں، بد کرداریوں اور بداقوتوں کو بھی ملحوظ نہیں رکھ سکتا اور وہ اپنے آپ کو حسد، رقابت، انتقام اور غضب سے

بھی بالاتر نہیں رکھ سکتا۔ ان ناقابل انکار حقائق و واقعات کی بنا پر فلاح انسانی کے لئے اسلام نے انسانوں سے حاکمیت و قانون سازی کا حق سلب کر لیا ہے اور انسانوں کو اچھی طرح سمجھا دیا ہے کہ انسان انسان کے لئے نہیں قانون بنا ہی نہیں سکتے۔ اور اگر وہ زیرِ مکتبی خدا سے بغاوت کر کے خود خدا بننے کی کوشش کریں گے تو یہ دنیا ظلم و فساد سے بھر جائے گی۔

پس انسانوں کے امن عام، عالمگیر اخوت، حقیقی راحت و آسائش اور فلاح و نجات کے لئے از بس ضروری ہے کہ اجتماعی نظام کے لئے ایک ایسا آئین و دستور ہو جس کی بنیاد و اساس انسانی انکار و خیالات سے بالاتر ہو اور وہ انسانوں کا نہیں بلکہ انسانوں کے خالق و مالک کا بھیجا ہوا ہو۔

اَلَا لَهُ الْحُكْمُ خبردار ہو جاؤ کہ حکم اس (خدا) کے لئے ہے۔

وَهُوَ أَحْكَمُ الْحَاكِمِينَ تمام حکمرانوں سے بہتر حاکم وہی ہے۔

اِنَّ الْحُكْمَ اِلَّا لِلّٰہِ بلاشبہ حکم کا حق کسی کے لئے نہیں۔ صرف ایک خدا کیلئے ہے۔

اَلَمْ اَعْلَمَنَّ اَنَّ اللّٰہَ لَهُ مَلٰٓئِکَةُ السَّمٰوٰتِ کیا تمہیں اس بات کا علم نہیں آسمانوں اور زمین

وَالْاَرْضِ

کی بادشاہت اللہ ہی کے لئے ہے۔

رَبِّ النَّاسِ مَلِکِ النَّاسِ اِلٰہِ النَّاسِ .. انسانوں کا رب، انسانوں کا بادشاہ اور انسانوں کا معبود صرف اللہ ہے

رب، مالک اور الہ ہونا صرف ایک اللہ ہی کے لئے مخصوص ہے نہ ربوبیت میں کوئی اللہ کا شریک

ہو سکتا ہے۔ نہ بادشاہت میں اور نہ معبودیت میں۔ یہ ہے اسلامی حکومت یا اسلامی نظام کی بنیاد و

اساس۔ اس اقرار و اعلان اور اعتقاد و ایمان کے بغیر اگر اسلام کے کچھ احکام و قوانین جاری کر دئے جائیں

تو یہ چیز کسی سادہ مست کو اسلامی حکومت نہیں بنا سکتی۔

اسلامی راہ کے چند موانع { آج چاروں طرف سے مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ پاکستان کا آئین اسلامی ہونا چاہئے۔ اس مطالبہ پر مسلمانوں میں سخت نزاع و

تصادم کے آثار پائے جاتے ہیں۔ اسلئے کہ برسرِ اقتدار حضرات مغربی طرز کی جمہوریت میں اپنے اغراض و مفاد کا

تحفظ سمجھتے ہیں اسی پر انکار اصرار ہے۔ پھر وہ اسلامی نظام کے اصول و سبب سے بھی ناواقف ہیں اس

لاعلمی کے باوجود باخبر ہونے کے مدعی ہیں۔ یہ لاعلمی قیامت ٹھہرا ہی ہے۔ علاوہ ازیں ہم مسلمان صدیوں سے اسلامی

اصول و قوانین کی پیروی سے آزاد ہیں۔ اسلامی نظام کے نام سے یہ آزادی خطرہ میں پڑ جاتی ہے۔ ہمارے تمام

جذبات و احساسات غیر اسلامی ہیں، خواہشات کی غلامی نے ہماری ساری زندگی پر قبضہ کر رکھا ہے۔ اس

وجہ سے صحیح اور ناقابل انکار حقیقت یہ ہے کہ اسلامی نظام نہ حکومت چاہتی ہے اور نہ عوام۔ اسلامی نظام

دونوں کے مزاج کے خلاف پڑتا ہے۔ دونوں کو اسلامی نظام میں اپنی عیاشیوں، لذت پروریوں اور بکرازیوں کی موت نظر آتی ہے۔ اسلامی نظام کے قیام کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ یہی نفس پرستی ہے۔

اس کے علاوہ حسب ذیل رکاوٹیں بھی ہیں:-

۱، خلافت راشدہ کے بعد جب تک کسی اسلامی ملک میں بھی صحیح معنوں میں اسلامی حکومت قائم نہیں ہوئی۔

۲، جب سرزمین یورپ سے لاندہی بے دینی اور بے خدہ سیاست کا طوفان اٹھا تو اسلامی ممالک بھی اسی سیلاب میں بہہ گئے مسلمانوں نے بھی دین اور سیاست کو الگ الگ سمجھ لیا۔ تمدن و سیاست پر کفار و مشرکین اور فساق و فجار چھا گئے اور دین و اخلاق مسجد و خانقاہ تک محدود ہو گیا۔ ارباب سیاست نے کافرانہ سیاست اور فرنگی تمدن کو اختیار کر لیا۔ اور علماء و صوفیاء صرف نماز و روزہ، حج و زکوٰۃ، نکاح و طلاق، اذکار و اشغال و دردد و وظائف اور مراقب و چلوں پر تانے ہو گئے۔ اسلام کو ایک مکمل نظام حیات کی حیثیت سے نہ علماء و صلحا نے سمجھا اور نہ ارباب سیاست نے۔

۳، اس بے خبری اور دنیا پرستی کی وجہ سے مسلمان ملکوں کا بڑا حصہ نامسلمانوں کے قبضہ میں چلا گیا۔ قریب قریب تمام اسلامی ممالک میں کافرانہ طور طریق چل پڑے۔ سب جگہ غیر اسلامی قوانین و دساتیر کا رواج ہو گیا اور مسلمانوں نے بے دین سیاست سے بہت بُری طرح شکست کھائی ساری دنیا کے مسلمان کفار و مشرکین اور مادہ پرستوں سے ذہنی طور پر مرعوب ہو گئے۔

۴، آج تمام اسلامی ملکوں کے برسرِ اقتدار حضرات، جو اگرچہ بظاہر آزاد ہیں، وہ نامسلمانوں کی سیاست اور مادی و ذہنی برتری کے سامنے عاجز و درماندہ ہیں، ان کی ذہنی غلامی میں مبتلا ہیں۔ وہ زندگی کے تمام کام و بار کو یورپ کی عینک سے دیکھتے اور فلسفہ مغرب کی روشنی میں نفع و نقصان کا تعین کرتے ہیں۔

۵، اہل علم حضرات پر قوم پرستی و وطن پرستی اور افادیت پسندی کا بھوت سوار ہے۔ تمدن و سیاست میں وہ یہ نہیں دیکھتے کہ اسلامی شریعت کی رو سے کونسی چیز حرام اور کونسی چیز حلال ہے۔ بلکہ صرف یہ دیکھتے ہیں کہ ہمارا ذاتی اور قومی نفع کس بات میں ہے۔ اگر وہ حرام چیزوں میں اپنی قوم کا نفع محسوس کریں تو بلا تکلف اپنی کو اختیار کر لیتے ہیں۔

۶، دنیا میں جو باطل نظام اور آئین و اصول رائج ہیں ان کی برتری و افادیت ان کی رگ رگ میں رچ چکی ہے۔ وہ صدیوں سے غیر الہی نظاموں کے ماتحت راحت و آسائش و صوندھنے اور اغراض و مفاد حاصل کرنے کے عادی ہو چکے ہیں۔ مثلاً آج وہ مغربی جمہوریت اور لائبرل اشتراکیت کے علاوہ کوئی بات سوچ ہی نہیں سکتے۔ ان دونوں نظاموں کے مقابلہ میں اسلام کی کوئی بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی۔ اس بے خبری اور کمزوری کو

وہ یوں چھیپاتے ہیں کہ اسلام پر اعتقاد کا اظہار کرتے ہیں مگر عمل جہوریت اور اشتراکیت پر کرتے ہیں۔
 (۷) صدیوں کی ظلمت و دہانت اور غلط فہمیوں نے اسلامی سیاست و حکومت کے فور پر پردے ڈال رکھے ہیں۔ جب ان کو اسلامی سیاست و حکومت کی طرف بلایا جاتا ہے تو ان کو اپنی ہر چیز خطرہ میں نظر آتی ہے۔ الجہنوں اور مشکلات کا ایک طویل سلسلہ ان کے ذہن و تصور کے سامنے آکھڑا ہوتا ہے اور وہ فرضی دہمی ہوؤں سے ڈر کر اسلامی نظام سے کترا جاتے ہیں۔

یہ ہیں اسلامی راہ کے موانعات۔ ان کا ایک نخت در دہونا تو ناممکن ہے۔ ہاں اسلامی راہ سے آہستہ آہستہ یہ سب موانعات دور ہو سکتے ہیں اگر ہم مسلمان اسلامی نظام قائم کر لیں۔ اسلامی نظام کا قیام ہی ان تمام مشکلات و خطرات کا صحیح علاج ہے۔

ضرورت ہے کہ اسلام کے سیاسی اصولوں کی نشر و اشاعت وسیع پیمانے پر ہو تاکہ عوام و خواص کا دل دور ہو اور ان میں ایک زبردست بیداری اور جوش و ہیمان پیدا ہو جائے۔

اکتوبر ۱۹۷۷ء کے معارف میں حضرت علامہ سید سلیمان صاحب ندوی دامت برکاتہم کا ایک بچہ دار اور بصیرت افروز مقالہ ”سیاسیات اسلام کے نظریے“ کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ اس میں حضرت مولانا نے اسلام کے سیاسی اصولوں کو بیان فرمایا ہے۔ وہ یہ ہیں:-

(۱) خلیفہ کے انتخاب میں کہ وہ بہتر سے بہتر ہو، جتنی کاوش ممکن ہو کی جائے۔ انتخاب کے بعد اس کے احکام کی جو کتاب و سنت اور مصالح مسلمین کے خلاف نہ ہوں، اس کا حکم واجب الاتباع ہے۔

(۲) امور مہمہ میں جو منصوص نہ ہوں اہل حل و عقد سے شوریٰ کیا جائے۔

(۳) بیت المال خلیفہ کی ذاتی ملک نہیں، وہ صرف مصالح مسلمین کے لئے ہے، اس میں ہر ناجائز تصرف خیانت ہے۔ بیت المال اور اس کے اصول و قواعد اسلامی سیاست و اقتصاد کے نہایت ہی اہم اصول ہیں۔

(۴) سلطنت کے نظم و نسق میں حد درجہ سادگی اور کم خرچ اختیار کی جائے۔

(۵) عہدہ دار اور اہل منصب میں ادائے فرض کے اندر پوری امانت برقی جائے۔ ان میں سے ہر فرد اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے آپ کو جوابدہ سمجھے۔

(۶) عہدہ دارین سلطنت کے لئے مقررہ وظیفہ کے علاوہ رعایا سے کسی قسم کا تحفہ نذرانہ اور اخذ زر قطعاً ناجائز ہے۔

(۷) رعایا سے شرعی ٹیکس کے علاوہ دوسری قسم کے غیر شرعی ٹیکس نہیں لئے جاسکتے نقد میں اس کی تفصیلات

موجود ہیں (۸) حکام پر پورا پورا عدل و انصاف فرض ہے، عدل و انصاف کی راہ میں رشوت، ہرنزاری، بے انصافی، ظلم گناہ کبیرہ ہے۔ (۹) کاشتکار اور زمیندار کے درمیان اتنا ہی تعلق ہے جتنا ایک مزدور یا جا رہ دار اور مالک کے درمیان ہے۔ اس کے تفصیلی احکام بھی فقہ میں موجود ہیں۔ (۱۰) اسلامی حکومت کے اندر مسلمان جو معذور نہ ہو، اُس کا سپاہی ہے۔ (۱۱) غیر مسلم رعایا کی حفاظت جان و مال و مذہب کے مسلمان ذمہ دار ہیں اور ان سے مصالحت کے وقت جو شرطیں قرار پائی ہوں ان کا پورا کرنا حکومت پر واجب ہے۔ (۱۲) قاذون اور حدود میں ہر لدائی و اعلیٰ بربر ہے۔ (معارف۔ ماہ اکتوبر ۱۹۸۰ء)

یہ وہ اصول و قوانین ہیں جو کتاب و سنت میں موجود ہیں۔ ان کے عملی نمونے اور ان کے شاندار نتائج خلافت راشدہ کی تاریخ میں محفوظ ہیں اور ان کی مزید تفصیلات کتب فقہ میں مدون ہیں۔ انہی اصولوں کی روشنی میں ہم آج بھی مملکت پاکستان میں اسلامی نظام رائج کر سکتے، تمام مشکلات دور کر سکتے اور ساری دنیا پر فتح پا سکتے ہیں۔ ان اصولوں میں نہ کبھی اختلاف، نہ آواز نہ ہو سکتا ہے۔ مسلمانوں کے تمام فرقوں کے لئے ان میں کوئی سی بات نہیں جو وجہ اختلاف و نزاع بن سکے۔ گویا یہ امت مسلمہ کا متفقہ دستور حیات ہے۔ یہ سمجھنا اور کہنا کہ اسلامی نظام میں علماء کے درمیان سخت اختلاف ہے، حماقت و نادانی کی دلیل ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ جن لوگوں کو اسلام کے آئین و قوانین سے نفرت و چڑچڑ ہے وہ ملحدانہ اور ہیں کہ اب زمانہ بہت ترقی کر چکا ہے۔ اب عہد نبوت اور خلافت راشدہ کی گمشدہ جنت تہقیری ہے۔ قوم کو تنزیل کی طرف متوجہ کرنا ہے۔ اس زمانہ میں اسلامی اصولوں پر کوئی حکومت دو دن بھی نہیں چل سکتی۔ اسلام موجودہ سیاسی اہمیتوں میں مشکلات اور بین الاقوامی گتھیوں کو نہیں سلجھا سکتا۔ اگر آج ہم غیر اسلامی افکار و نظریات کا بائیکاٹ کر دیں تو اپنی آزادی کو باقی نہیں رکھ سکتے وغیرہ وغیرہ من اخراجات۔ یہ ان ارباب سیاست و قیادت کی باتیں ہیں جو مغرب کی اندھی تقلید میں گم کردہ راہ ہیں۔ جن کی عقلیں زمانہ کے افکار و حوادث میں ڈوب چکی ہیں، مسلسل غلامی و حکومتی نے جن کو یاس و شکست، جمود و قسطنطنیہ وینی و بد اخلاقی اور بے بسی و مجبوری کے جذبات میں فنا کر دیا ہے۔ آج جو مغربی حاکموں کے انداز سیاست اور ان کے طلسم و اسفوں کے مہرباب میں دار فتنہ و بیخود ہو چکے ہیں۔

یہ نہیں جانتے کہ اسلام مسلمانوں کو زندگی کے تمام نشیب و فراز، عشق و تارکی اور شرف و فساد سے آشنا کر کے ان کی چال کی تاریکیاں بے نقاب کرتا۔ ماضی کی کامرانیوں کی مثال پیش کرتا اور مستقبل کی روشنی میں شاہراہ حیات دکھاتا ہے۔ بیرون اسلام کو قہر و غلبت سے اٹھانے کے لئے دس خود شناسی دینا، ان کو روحانی و مادی طاقت و جبروت سے آگاہ کرنا۔ ان کے سامنے ماضی کے شاندار اور ارق کھولنا اور پھر مستقبل کی روشنی دکھانا ہے۔ یاس و حیران کی جگہ امید

و آرزو کا پیغام دیتا۔ علم و سائنس کی حذر فراموشی و خود فراموشی اور مادی تاریکی و گمراہی سے نکال کر عشق و ذوق اور سیرت و کردار کی بے خودیوں کے راز سمجھاتا ہے۔ اور تہذیب جدید کے قریب کھول کر مشرق کے درخشندہ کارنامے دہراتا ہے۔ سیاسیات و اقتصادیات کی کوئی گتھی ایسی نہیں جس کو اسلام سلجھاتا ہو۔ اس میں تمام پیچیدہ مسائل و مشکلات کا حل موجود ہے۔ مہ ہر نازک اور کٹھن مرحلہ میں مسلمانوں کی صحیح رہنمائی کرتا اور فکر و عمل کی قوتوں سے کام لینا سکھاتا ہے۔ وہ اپنی سیاست کی ظاہری ہیئت و شکل پر زیادہ زور نہیں دیتا اصل زور روح و مقاصد پر صرف کرتا ہے۔ وہ ایک خشک اور جامد مذہب نہیں بلکہ فطری اور ترقی پذیر نظام حیات ہے۔ وہ اپنے پیروں کو آزادی دیتا ہے۔ کہ اسلام کی روح اور اس کے اصولوں کو قائم رکھتے ہوئے اگر نظم و نسق حکومت کے لئے غیر قوموں سے کچھ عداوت و قاعدے میں تو کچھ ہرج نہیں۔ نظم و نسق حکومت کے وہ طریقے جو اسلامی روح سیاست کے منافی نہ ہوں غیر قوموں سے حاصل اور نقل کئے جاسکتے ہیں۔ وہ کہتا ہے حکمت و دانائی کی باتیں مومنوں کی گم شدہ دولت ہے وہ جہاں سے بھی ملے لے لینی چاہئے۔

اسلام کو یورپ کے انتظامی اصولوں اور طریقوں سے چڑ نہیں اور بلاوجہ ان سے نفرت کرنا نہیں سکھاتا۔ ایسے اصول و طریقے جو اسلامی اصولوں کے خلاف نہیں ان کو لایا جاسکتا ہے۔ اس کو تو صرف ان اصولوں اور طریقوں سے نفرت ہے جو دنیا میں سرمایہ داری، مادہ پرستی، بے اخلاقی نفس پرستی اور ظلم و فساد پھیلانے میں ہیں۔ اور اللہ کے بندوں پر بندوں کی خدائی قائم کرتے ہیں۔

اسلام کا سب سے بڑا انقلابی و اصلاحی کارنامہ یہ ہے کہ وہ ملک و دین کی دنیوی و فطری کو ختم کر کے زندگی کی فطری

اسلام اور اخلاق و اقتدار

وحدت کو قائم و برقرار کرتا ہے۔ اخلاق و اقتدار کو ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ کرتا اور باہم محدود و معاون بناتا ہے۔ وہ کہتا ہے انسانی زندگی ایک ناقابل تقسیم وحدت ہے۔ اس کو درج و مادہ کی ثنویت اور مذہب و سیاست کی علیحدگی میں تقسیم نہیں کیا جاسکتا۔ اسلام سکھاتا ہے کہ ہر دنیاوی معاملہ میں روحانی و مبنوی نقطہ نظر سے کام لو۔ اپنی نیت کو صاف رکھو۔ اگر نیت کا روحانی سرچشمہ تم دنیا پرستی، مادہ پرستی، نفس پرستی اور خود غرضی سے گرلا کر لو گے تو تمدن و سیاست کے تمام امور اور زندگی کے کاروبار گندے اور خلوص و حقانیت سے محروم ہو جائیں گے۔ اس لئے وہ افراد کی طرح اقوام کو بھی اخلاق کا پابند بنانا چاہتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو اجتماعی اعمال میں پرگندگی انتشار اور کھوٹ و کمی لازمی ہے سب سے عمل کی اس دنیا میں یہ قطعاً ناممکن ہے کہ کوئی قوم اپنی اجتماعی زندگی کو دین و اخلاق سے آزاد کر کے اپنی انفرادی زندگی میں دین و اخلاق کی پابندی کر سکے۔ اگر سیاست میں مکاری، خود غرضی، ظلم اور نفاق کو برتا جائے تو ضرور ہے کہ تمدن کے سایہ میں جو افراد زندگی بسر کریں گے وہ اپنی انفرادی زندگی میں

سکار، فربہ، بے مردت اور خود غرض ہوں۔

اسلام بنی نوع انسان کو بے تکلف سمجھاتا اور تاکید و ہدایت کرتا ہے۔ کہ ہماری زندگی کا مخصوص اخلاقی نقطہ نظر ہمارے تمام اعمال میں موجود رہنا چاہئے تاکہ زندگی ہر قسم کی بے راہ رذی غلط کاری اور نقص و فساد سے محفوظ رہے تمدن کا صحیح توازن اور سیاست کا امن پرور نظام اُس وقت قائم رہ سکتا ہے جبکہ امور مملکت میں بھی اُسی طرح نظام اخلاق کے پابند رہیں جس طرح افراد ایک مخصوص ضابطہ پر عمل پیرا ہو کر اپنی مخفی قوتوں اور صلاحیتوں کو اجاگر کرتے ہیں۔

آج دنیا میں ظلم و فساد کیوں ہے؟ اس لئے کہ سیاست دین و اخلاق سے آزاد ہے۔ آزاد ہی نہیں بلکہ دین و اخلاق کی دشمن ہے۔ اس کے اثرات کو مٹا دینا چاہتی ہے۔ اور خدا کی جگہ لے لینا چاہتی ہے۔ سیاست و اخلاق کی تفریق دے تعلق اور دشمنی کے سبب تمدن جدید اپنی روحانی قدر و قیمت اور انسانی حیثیت کھو بیٹھا ہے۔ اخلاقی پابندیوں سے آزادی کے سبب آج سیاست و مملکت اپنے تئیں ہمہ گیر خیال کرتی ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ ہر فرد اس کی خاطر اپنے آپ کو بالکل مٹا ڈالے اپنی تمام خواہشوں کو اس کے حکم کی قربانگاہ پر بھیٹ چڑھا دے۔ اس کا مرنا جینا حکم مت ہی کی خاطر ہو۔ جو مانگے اُسی سے مانگے۔ اگر جھگڑا تو اس کے آگے اگر ڈرے تو اُسی سے۔ حکومت عہد حاضر کا سب سے بڑا مبت ہے۔ جو انسانوں کو خدا پرستی کی جگہ اپنی اطاعت و پرستش سکھاتا ہے۔

یہ وجہ ہے کہ آج دنیا ظلم و فساد سے بھرپور ہے۔ دنیا بھر کی قوموں کو مملکت نے خواہشوں کا غلام حرص و دہان کا شیدائی، قوم و وطن کا بچاری، پیٹ کا خادم اور مذہب و اخلاق سے آزاد بنا رکھا ہے۔ اسلام اس صورت حال کو بدلتا اور ایسی ملکوں کے بتوں کو پاش پاش کرنا چاہتا ہے۔ اس سارے ظلم کا تار و پود بکھیرنا اور انسانوں کو دین و بے خدا سیاست سے نجات دلانا چاہتا ہے۔ جو لوگ اسلامی نظام کے قیام کا مطالبہ کر رہے ہیں وہ تمام بنی نوع انسان کو نفس و شیطان کے آہنی پنجہ سے نجات دلانا چاہتے ہیں، ظلم و فساد کو مٹا کر امن و انصاف کو قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اسلام کو ایک نظام زندگی کی حیثیت سے غالب دیکھنا چاہتے ہیں اور اللہ کے بندوں کو فی الحقیقت اللہ کا بندہ بنانا چاہتے ہیں۔

جو لوگ اسلامی نظام کے مخالف ہیں وہ درحقیقت اسلام اور انسانیت کے دشمن ہیں۔ وہ پاکستان کے بھی حقیقی خیر خواہ اور دغا دار نہیں بلکہ اپنی بدکاریوں، بد اخلاقیوں، عیاشیوں اور نا اہلیوں سے مسلمانوں کو دنیا میں ذلیل و رسوا اور پاکستان کی کشتی میں چھید کر رہے ہیں۔ وہ نہیں جانتے کفر اور بے دینی کے مقابل میں اسلام غالب ہو گا وہ امن و انصاف کی جگہ ظلم و فساد ہی برپا رکھنا چاہتے ہیں۔ وہ اخلاقی پابندیوں کو گوارا کرنا نہیں چاہتے اور وہ

ڈیڑھ سو سالہ غلامی کی زنجیروں، گرامیوں اور غلط کاریوں کو علیٰ حالہ قائم رکھنا چاہتے ہیں۔

اسلامی نظام کی روحانی و مادی کامرانیوں کے مخالف ہیں اور پاکستان میں جو لوگ اسلامی نظام کے قیام کے مخالف ہیں اور پاکستان میں

مغربی جمہوریت کو قائم کرنا چاہتے ہیں، انکو معلوم ہونا چاہئے کہ جمہوری راج اور سوشلسٹ نظریات کی کار فرمایوں کے تباہ کن مناظر دنیا کے سامنے ہیں۔ ان کا نظم و فساد، انکی بدکاری فحش و بے حیائی، جھوٹ و فریب، زبردست آزادی اور بے ایمانی اہل علم حضرات پر روشن ہے۔ ان چیزوں میں انسانیت کی نجات نہیں۔ یہ چیزیں انسانوں کی پیٹ کا بیماری تو بنا سکتی نہیں مگر زندگی کے حقیقی مسائل کو حل نہیں کر سکتیں۔ زندگی صرف پیٹ ہی کا نام نہیں بلکہ اس کے بہت سے شعبے ہیں۔ جب تک کوئی نظام تمام شعبوں کو متوازن و درست نہ کر سکے پوری زندگی خوشگوار نہیں ہو سکتی۔ اس وقت تک زندگی کا مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔ اس وقت تک انسانوں کو امن چین اور حقیقی راحت و آسائش میسر نہیں آ سکتی۔ اور دنیا میں عدل و انصاف قائم نہیں ہو سکتا۔

یاد رکھئے ایسا نظام صرت اسلام ہے۔ وہ زندگی کے تمام شعبوں کے مربوط و متوازن اور درست کرتا ہے۔ بے ایمان، خود غرضی، جبر و استبداد اور ظلم و فساد کی تمام راہیں بند کرتا ہے۔ انسانی حرص و آرزو کے راستہ میں بند لگاتا ہے۔ اقتدار کو بے راہ دہی اور غلط کاری سے روکتا ہے۔ تمام انسانوں کی خوش حالی اور فلاح و بہبود کو مد نظر رکھتا ہے۔ قومیت و وطنیت کی تنگ دلیوں اور رنگ دلیوں کا قلع قمع کرتا ہے۔ سرمایہ داری اور عیاشی کو کلیا میٹ کرتا ہے۔ مزدور و سرمایہ دار کے نزاع و تصادم کی صورتیں ہی نہیں پیدا ہونے دیتا۔ دولت کو ہر آسودگی سے پاک کرتا ہے۔ دولت کی فراوانی میں فرعون بے سامان نہیں بننے دیتا۔ غربت و افلاس میں بد اخلاق اور کینہ نہیں بننے دیتا۔ معاشی لوٹ کھسوٹ کا سد باب کرتا ہے۔ عورتوں کو ان کے جائز حقوق و اختیارات دیتا ہے۔ ہر قسم کی انارکی و آوازیگی کو روکتا ہے۔ الغرض انفرادی و اجتماعی زندگی کے تمام مسائل کو بڑی خوبصورتی سے حل کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ آخری زندگی کی کامیابی و نجات کو بھی قدم قدم پر ملحوظ رکھتا ہے اور انسانوں پر دینی و دنیوی کامرانیوں و مسرتوں کے تمام دروازے کھول دیتا ہے۔

یہ خود مسلمانوں کی اور تمام انسانوں کی انتہائی بد بختی، محرومی اور نادانی ہے کہ دنیا میں ایسا عالمگیر انتہائی نواز، امن پرور، حصار و افزائش پذیر نظام موجود ہے مگر وہ پھر بھی جمہوریت اور اشتراکیت وغیرہ نظام ہائے باطلہ کے پیچھے بھاگ کر اپنی زندگی کو خراب کر رہے ہیں اور فساد و بگاڑ میں اضافہ کا باعث بنے ہوئے ہیں۔

ضرور ہے کہ تمام دیندار مسلمان اسلامی سیاسیات کے نظریوں کو سمجھیں، دوسروں کو سمجھائیں اور اسلامی

نظام کے قیام میں سر دہڑکی بازی لگادیں۔ اسی میں تمام انسانوں کی فلاح و نجات ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو اپنے دین کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں : آمین

والسلام تیار آگین :۔ نذر الحق

ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم

(محترم نفیس چغتائی ملتان شہر)

مرے دل میں ہے آرزوئے محمدؐ خدایا دیکھا مجھ کو کوئے محمدؐ
 عقیدت تو دیکھو تصور میں اپنے ہوں واللہ میں رو بروئے محمدؐ
 سمائے گی کیا اس کی نظروں میں جنت کہ جس شخص نے دیکھا کوئے محمدؐ
 نثار اس پہ کونین کی رفعتیں ہوں! وہ دل جس کو ہے جستجوئے محمدؐ
 مراد اُن آنکھوں کے قربان یارب جن آنکھوں دیکھا تھاروئے محمدؐ
 الہی مرے دل میں دو حسرتیں ہیں مدینہ کی دھن آرزوئے محمدؐ

نفیس ان دنوں میرا دل چاہتا ہے
 چلوں ایک دن میں بھی سوئے محمدؐ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

انسان اور شیطان!

(۴)

(اداس ۸)

یہاں ضروری اور مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مسئلہ تقدیر کی حقیقت بھی بیان کر دی جائے اسلئے کہ صدیقوں نے یہ مسئلہ بھی بحث و نظر کی الجھنوں، منطقیانہ موشگافیوں اور فلسفیانہ نامزدیوں میں پھنسا ہوا مسلمانوں کے بگڑے ہوئے دل و دماغ کا ماتم کر رہا ہے۔ اہل علم نے اس کو اپنی وقت پسندی اور طبع آزمائی کا شکار بنایا اور عوام نے اسے باز بچہ اطفال بنا کر رکھ دیا۔ رہے وہ حضرات ادبی الا سبب جن کو قرآن پاک نے داسخون فی العلمہ کہا ہے وہ ہمیشہ عوام و خواص کو کتاب و سنت کی روشنی میں لائے اور اس معرکہ الارادہ مسئلہ کی ایمانی حقیقت سمجھاتے رہے۔ مگر جہاں منطق و فلسفہ کا سکہ چل رہا ہو وہاں کتاب و سنت کی طرف کون رجوع کرتا ہے۔ شیطان نے موصافہ فرسٹ و سگت سے محروم اہل علم اور جاہلیت کے علمبردار عوام کو اسی جال میں پھنسا کر ذوقِ عمل موصافہ عزم و ہمت اور مسلمانہ تسلیم و رضا سے محروم کیا ان کو کفار و مشرکین کے لئے نرم لڑالہ بنایا۔

کتنی بد بختی، نا اہلی اور کور ذوقی کی بات ہے کہ جو مسئلہ ہمارے عروج و ارتقار کا ضامن ہمت و جوا فردی کا باعث، تغیر کائنات کا سبب، ہر مرض کی دوا، ہر پستی و ناکامی کا علاج اور مصائب و آلام میں وجہ تسلی تھا۔ اسی کو بحث و نظر کی الجھنوں میں پھنسا کر سہل انکاری عافیت پسندی زمانہ سازی اور غفلت شعاری کا حیلہ بنالیا۔ بگڑے ہوئے دل و دماغ یہ بھی تریاق کہ زہر اور زہر کو تریاق بنالیا کرتے ہیں۔

ایمان یا القدر کی ضرورت اور دشواری

عقیدہ تقدیر کو سمجھنے میں جہاں متعدد دشواریاں، غلط فہمیاں اور مشکوک و ادھام حائل ہیں وہاں اس پر ایمان لانا بھی ضروری اور لازمی ہے۔ کیوں ضروری ہے؟ اسلئے کہ اگر اس کو نہ مانا جائے تو اس سے خدائے حکیم و بصیر کے علم و قدرت کے کل اشیاء کائنات پر عادی و محیط ہونے کا انکار لازم آتا ہے۔ اور اس کی تخلیق و ایجاد کا کمال ظاہر نہیں ہوتا۔ اس کی تخلیق و ایجاد کا کمال یہ ہے کہ وہ خالق خیر بھی ہے اور خالق

بھی۔ اگر خالقِ خیر تو باری تعالیٰ عز اسمہ کو مانا جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ خالقِ شر کون ہے؟ یہاں گمراہ انسانوں اور عقل کے بجاویز نے انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات و ہدایات سے منہ موڑ کر رہنمائی اور یزدانِ دو طاقتوں یا دونوں کو مانا ایک نیکی کا خدا اور ایک بدی کا۔

انسان کی تکوین میں دو متضاد قوتیں۔ خوب سمجھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ خالقِ خیر بھی ہیں اور خالقِ شر بھی۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔ قدرتِ کاملہ اور حکمت بالغہ نے انسان کی تکوین میں دو متضاد قوتیں شامل کئے ہیں۔ ایک کو لسانِ شریعت میں داعی الی الخیر کہتے ہیں۔ اور دوسری قوت کو داعی الی الشر یعنی ایک قوت انسان کو نیکی پر ابھارتی اور دوسری قوت بدی کی طرف کھینچتی ہے۔ باری تعالیٰ نے انسان میں یہ دو متضاد درجے کیوں رکھے؟ اسلئے کہ ایک کی خوبی و کمال اور دوسری کی بُرائی و شناعیت ظاہر ہو۔ کیونکہ ہر ایک چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے۔ جس طرح خالقِ کائنات نے دن کے مقابلہ میں رات، نور کے مقابلہ میں ظلمت، میٹھے کے مقابلہ میں کڑوا، اور راحت کے مقابلہ میں مصیبت پیدا کی اسی طرح پردہ و کارِ عالم نے نیکی کے مقابلہ میں بدی کو دکھا۔ نورانی مخلوق کے مقابلہ میں ظلمانی مخلوق بھی بنائی۔ اور خیر و شر کے دو درجے مقرر کئے۔ ایک روح القدس اور دوسرا ابلیس یا شیطان۔ یہ دونوں نیکی اور بدی کی طرف بلا تے ہیں مگر کسی بات پر جبر نہیں کرتے۔ یہ دونوں داعی انسان میں بطور ابتلاء و آزمائش کے رکھے گئے ہیں۔ انہی سے انسان اور دیگر اشیاء کائنات کا فرق ظاہر ہوتا ہے۔ انسان کے سوا جتنی بھی مخلوق ہے وہ مجبور و مضطر ہے۔ انہیں موت ایک ہی قوت ہے۔ وہ جس اسلوب و منہج پر چلنے کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ اس سے سرکشی و انحراف نہیں کر سکتیں۔ کل لہ قانون۔ ہر چیز خدا ہی کے لئے مطیع و نقاد ہے۔ دیگر مخلوق کے مقابلہ میں انسان میں سمجھ دینی اور سرکشی دونوں قوتیں رکھی گئی ہیں۔ اس کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ دونوں قوتوں میں تمیز کرے۔ ایک قوت کو دبائے اور دوسری کو ابھارے۔ نیکی و بدی میں فرق و امتیاز کر کے اور امر اللہ کا پابند رہے اور نافرمانی سے اجتناب کرے۔ یہی قوت تمیز اس کی سر بلندی و سر فرازی کا باعث ہے۔ اسی سے یہ موجودِ ملائکہ اور مخدم مخلوق ہے۔ اگر انسان میں یہ اختیار و اللہ اور قوت تمیز نہ ہوتی تو وہ پتھر کا بت ہوتا۔ انسان اور پتھر میں کوئی فرق نہ ہوتا۔ نیکی وہی نیکی ہے۔ جو بدی کی قوت دبا کر عمل میں آئے اور اطاعت و ہی اطاعت ہے۔ جو سرکشی کی استطاعت کے باوجود سرزد ہو۔

چونکہ خدا تعالیٰ علت العلل اور خالقِ اسباب ہے اور یہ دونوں داعی اُسی کی تخلیق سے ہیں اس لئے انکو خالقِ خیر و شر کہا جاتا ہے۔ اس سے آگے بڑھ کر مجبور اور مختار ہونے کی بحثوں میں الجھنا کچھ بحثیاں اور لالچیں وقت پسندیاں ہیں۔ عقل کچھ میں اس میدانِ بحث و جدال میں پڑ کر اپنی اور خدا کی ہستی کو گم کر دیتی ہے اور

بجز ضلالت و گمراہی اور حیرانی و سرگشتگی کے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

مسئلہ تقدیر کا مفہوم و خلاصہ {

تقدیر کے لغوی معنی اندازہ کرنے کے ہیں۔ دراصل مسئلہ تقدیر علم الہی کو کہتے ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادہ ہے۔ اور اس کا علم ماضی، حال اور مستقبل تینوں زمانوں سے متعلق ہے۔ اس لئے اس نے اپنے بندوں کو پیدا کرنے سے پہلے ہی اندازہ لگالیا تھا۔ اپنے علم سے سب کچھ معلوم کر لیا تھا اور حوادث کے وجود و اعدام کے اسباب و قوانین شہر دئے تھے۔ معلوم کر لیا تھا کہ فلاں فلاں وقت یہ ہو گا۔ فلاں آدمی جتنی ہے۔ اور فلاں دوزخی۔ اب اس نے انل میں جو اندازہ لگایا تمام حوادث عالم اسی کے مطابق ظہور پذیر ہو گئے۔ اس کے علم و اندازہ کے خلاف کچھ نہیں ہوتا۔

مسئلہ تقدیر کے متعلق دو امر ہیں اور دونوں اپنی جگہ ثابت اور حق ہیں۔ اول یہ کہ ہر شے کا خالق خدا ہے۔ دوم یہ کہ انسان اپنے اعمال اپنے اختیار و ارادہ سے کرتا ہے مگر اس کو پوری قدرت، پورا علم اور پورا اختیار حاصل نہیں۔ انسان کبھی ایک کام کا ارادہ کرتا ہے۔ تو اسے پورا کر لیتا ہے اور کبھی عاجز و ناتمام ہو جاتا ہے یا اس کام کے شروع کرنے سے پہلے ہی مر جاتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کے اختیار اور اس کی قدرت کی جولانے اپنے اعمال پر حاصل ہے اور اس کے اسباب کو پہنچانے اور ان پر کاربند ہونے کی حدیں مقرر ہیں جن سے وہ کسی طرح تجاوز نہیں کر سکتا۔

ان کو نہ اس قدر علم ہے کہ وہ موت کے تمام اسباب پر حاظر کر لے۔ کامیابی کی تمام راہیں دیکھ لے نہ اسے اس قدر قدرت ہی ملی ہے کہ اس کے تمام اسباب سے بچ سکے۔ نہ موت کا ہر سبب ہی ایسا ہے کہ اگر آدمی اس کے پاس جائے تو اسے ضرور ہی موت آ جائے۔ اس تمام تقریر سے دو باتیں نکلیں آؤں یہ کہ جب کوئی بات واقع ہو جائے تو اس کے وقوع کے بعد پتہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات ضرور واقع ہوئی تھی اور دوسرے یہ کہ جب آدمی اس بات پر اعتقاد رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو میرے حال کی خبر ہے تو وہ کام میں خوب دل لگاتا ہے

ایمان بالقدر کا فائدہ

دینا کے نادان انسان کہتے ہیں کہ یہ دنیا دکھوں مصیبتوں پر مشابہ ہے اور ناکامیوں کا گھر ہے مگر اسلام اپنے عقیدہ تقدیر سے ان کو سبھاتا ہے۔ کہ دنیا مصیبتوں کا گھر نہیں بلکہ عمل اور آزمائش کی جگہ ہے۔ انسان پر بہت سی مصیبتیں تو انین الہیہ کی خلاف دزدی سے آتی ہیں۔ اگر انسان تو انین الہیہ کے مطابق زندگی بسر کرے۔ تو یہ دکھوں بھری دنیا مسرت و کامرانی اور عیش و نشاط کی جنت بن جائے۔

جب انسان کی جوئے حیات مصائب و آلام کے بحضور میں محصور ہو جاتی ہے۔ اپنی راہ سے دور اور اپنی منزل سے بعد اختیار کر لیتی ہے۔ حسرت و یاس کا جذبہ متاع حیات کو لوٹ لیتا ہے ناکامی

اور غم و الم کی ہیبت ناکیاں اس کے دلوں کو سرور دیتی ہیں تو ایسی حالت میں عقیدہ تقدیر مصائب و آلام کے پہاڑوں کو خض و خاشاک کی طرح بہا بیجا ہوتا ہے۔ انسان کو قیام و سکونت اور وجود و قنوط کی ذلتوں و مہاکنتوں سے بچا کر جدوجہد کے سمندر میں پھینک دیتا ہے۔ اور بندہ مومن اس کی تہوں میں سے کامرانی کے موتیوں کو نکال لاتا ہے۔

کیا خوب نہ مایا ہے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے:-

من عرف سر اللہ فی القدر ہانت علیہ المصائب

ترجمہ:- جس نے تقدیر کے راز کو معلوم کر لیا اس پر مصائب آسان ہو جاتے ہیں۔

کیونکہ بندہ مومن جانتا ہے کہ حوادث ارضی اسباب الہیہ کی طرف منسوب ہیں۔ اس لئے وہ جانتا ہے کہ قدرے ڈرنا اس کو ڈلا نہیں سکتا۔ جب اس کا مطلوب فوت ہو جاتا ہے۔ تو وہ منغص نہیں ہوتا اور جب مطلوب حاصل ہو جاتا ہے تو اس سے ایسا ملا نہیں ہوتا کہ خدا سے غافل ہو جائے۔ وہ طلب مقاصد و منافع میں کسی سے جھگڑا نہیں کرتا۔ مطالب کے فوت ہونے پر کسی پر غصہ نہیں کرتا۔ دولت و اقتدار ملے تو فرعون و تاروں نہیں بنتا۔ اخلاس و معتادگی آجائے تو دلیل بھکاری، گداگر، خوشامدی، ضمیر فروش اور اہل الوقت نہیں بنتا ہر حال میں راضی برضاے الہی رہتا ہے۔

عملی زندگی اور تقدیر { یاد رکھیے عقیدہ تقدیر ہمیں گزشتہ امور اور فوت شدہ مطالب و مقاصد پر صبر و رضا کی تعلیم دیتا ہے۔ مایوسی، ناامیدی اور ناگامی کی روح فرسا تکلیف سے بچاتا ہے۔ آئندہ کے لئے نئے جوش نئی انگ، نیا دلولہ، نیا عزم اور نئی قوت کارکردگی دیتا ہے۔ مایوسی کے تمام جرائم بھسم کر دیتا ہے۔

آئندہ ہونے والے کاموں یا ایسے امور کو جن میں ہماری سعی و تدبیر کارگر ہو سکتی ہو۔ محض تقدیر کا عذر و بھانہ کر کے چھوڑ دینا اور ہمت پر ہمت دھڑک کر بیٹھ رہنا منافی اسلام، بزدلی، کم ہمتی، اصدی پن اور جان بوجھ کر اپنے آپ کو مہاکنت میں ڈالنا ہے۔ بیشک جو کچھ ہونا ہے وہ ہو گا اور تقدیر کا لکھا مٹ نہیں سکتا۔ مگر ہم کو کیا معلوم کر سکتا ہونا ہے؟ اور تقدیر میں کیا لکھا ہے؟ تقدیر تو اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب ہم مقدور ہر اپنے کام میں پوری کوشش کریں اور ناکام رہیں۔ پس ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم اپنے ہر کام میں پوری کوشش کریں اور نتیجہ خدا پر چھوڑ دیں۔ کوشش طبع کے بعد جو نتیجہ ظاہر ہو وہی تقدیر ہے۔

شیطان اور عقیدہ تقدیر { شیطان نے جب دیکھا کہ تقدیر کا یہ عقیدہ تو میری محالانہ دلولہ دیکھا کہ میرے شاگردان رشید کا تمام اثر و اقتدار خاک میں مل جائے گا۔ اسلامی نظام کے

علمبرداران حق و صداقت بیدار ہو جائیں گے۔ کوئی کمزوری، بزدلی، کم ہمتی اور دونوں طبعی ان کے نزدیک بھی نہ پھٹک سکے گی۔ اور امت محمدی کے دل و دماغ سے ناکامی و شکست کا خیال ہی محو ہو جائے گا۔ اسلئے اس ملعون نے اپنی دوسرے اندازی، اثر و نفوذ، ضلالت و غریت اور زینب اعمال کا سارا زور اسی عقیدہ کو خراب کرنے میں لگایا۔ اس کے نتیجے میں مسلمانوں کے اندر ان شبہات و اعتراضات اور پوچ و پھر جیسے ہانوں نے جنم لیا۔

جب تقدیر کا کھٹا ٹپ نہیں سکتا تو اس سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ ہم اپنے ہر کام میں مجبور و پابند ہیں۔ ہماری کوشش، سعی، جدوجہد، سوچ، بچار اور تدبیر سے کیا بنتا ہے۔ جو جنتی ہے وہ آپ سے آپ ایسے کام کر چکا جو دخول جنت کا باعث ہوں۔ جو دوزخی ہے وہ لامحالہ کفر و شرک اور فسق و فجور میں ہی مبتلا رہیگا۔ جب انسان میں داعی الی الشر نہ رکھنے سے اور شیطان کو پیدا نہ کرنے سے گراہی اور فسق و عصیان کی جڑ کٹتی تھی تو پھر اللہ پاک نے اس درعیمہ اور شیطان کو پیدا ہی کیوں کیا۔ اس کی کیا ضرورت تھی کہ انسان کو خواہ مخواہ نیکی و بری کی کشمکش اور ہدایت و ضلالت کی آزمائش میں ڈالا۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا ہی نہیں کہ سب کے سب ایماندار اور نیک بنیں۔ اس نے ہمارے پیچھے نفس و شیطان جیسے دو ایمان و اطاعت کے ڈاکو لگا رکھے ہیں۔ یہ ہمیں اطاعت الہی کی طرف نہیں آنے دیتے۔ پھر اللہ کے حکم بنا پتہ بھی نہیں ملتا۔ لہذا جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے اللہ کے حکم ہی سے ہو رہا ہے۔ اگر دنیا میں کفار و مشرکین اور محمد اپنی شیطانی فتوحات کے ڈنکے بجاتے ہوئے پھر رہے ہیں۔ انہی کی سیاست، انہی کی حکمت، انہی کی حکومت اور انہی کے علوم و فنون چل رہے ہیں۔ تو یہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت و مشیت ہے۔ اگر دنیا میں مسلمان کفار کے غلام و دست بند ہیں، مفلس و تلاش ہیں اور کمزور و ناتواں ہیں تو یہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت و مشیت ہے۔

عام طور پر لوگوں کی زبانوں سے اکثر یہ سننے میں آتا ہے کہ میاں پتو محمد دسویں صدی ہے۔ تینوں کا زمانہ ہے۔ ہر جگہ کفر کا سکہ رواں ہے۔ بدی کی تمام طاقتیں ابھری ہوئی ہیں اور نیکی کی تمام صلاحیتیں دبی ہوئی ہیں۔ ایسے زمانہ میں ایمانداروں اور سچوں کو کون پوچھتا ہے۔ ان کا کہیں ٹھکانا نہیں۔ اب تو عروج و ترقی اور عیش و آرام صرف انہی لوگوں کا حصہ ہے جو کافر، بے دین، جھوٹے، فریبی، بزدل، کینے اور عیاش و بدکار ہوں آج دنیا میں ایمان، سچائی، شرافت بے خوفی اور بہادری کا چلن نہیں۔

ہم نے نامہ سارا قرآن مجید دانی سبیل اللہ کی تعلیم و ترغیب سے بھرا پڑا ہے مگر جب دنیا میں تمام قوانین اور تمام افراد انسانی اپنے ملک، اپنی قوم، اپنی پارٹی اور اپنے پیٹ کی راہ میں بڑھ جڑھ کر جان و مال قربان کر رہے ہوں تو ایسے زمانہ میں اللہ کی راہ میں کون مرنا ہے۔ ملک، قوم اور پیٹ کی راہ میں مرنے سے تو

لازمین، عہدے، وزارتیں اور حکومتیں ملتی ہیں مگر اللہ کی راہ میں، بجز جنت کے اور کیا ملتا ہے۔ پھر کیا خبر جنت و دوزخ ہے بھی یا نہیں؟

رہا اسلامی نظام کے قیام کا سوال سو جو نظام عہد نبوت اور خلافت راشدہ جیسے پاکیزہ زمانہ میں صرف تیس سال چل کر دکھایا وہ آج تک کہیں قائم نہیں ہوا باوجود اس کے کہ اس امت میں بڑے بڑے مجتہد مجدد، امام، بزرگ، علماء و صلحا اور اہل حق گذرے۔ جب وہ کامیاب نہیں ہوئے تو ہم کیا خاک کا مایاب ہو گئے۔ پھر آج تیرہ سو سال کا پرانا نظام اس زندگی کے زمانہ میں چل بھی کیسے سکتا ہے۔

کیوں صاحب یہ دنیا کا کیا حال ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بے شمار مخلوق دانہ دانہ کو ترس رہی ہے اور چند مٹھی بھر انسان ساری دنیا کے ذرائع دولت پر قبضہ کئے ہوئے زندگی کے مزے لوٹ رہے ہیں؟ میان یہ غریبی و امیری تقدیر سے ہوتی ہے۔ جس کی تقدیر میں غریبی و منطی اور ذلت لکھی ہے اس کے حصہ میں بھی کچھ ملے گا۔ اور جس کی تقدیر میں امیری و عیاشی اور عزت لکھی ہے اُسے بہر حال یہی کچھ ملے گا۔ اسلئے نہ غریبی سے نفرت کرنی چاہئے اور نہ امیری و سرمایہ داری کے پیچھے موٹا سا لٹھ تکیہ بھرتا چاہئے۔ اب سمجھئے اس شعر کا مطلب کیا ہے؟

میں نے ناداروں کو سکھایا سبق تقدیر کا : میں نے منعم کو دیا سرمایہ داری کا جنوں

شیطان نے ناداروں کو تقدیر کا سبق اور سرمایہ داروں کو سرمایہ داری کا جنوں دے کر تمام انسانوں کو اللہ کی اطاعت و بندگی، حق و صداقت، شرافت و شجاعت اور جہاد فی سبیل اللہ کی راہ سے بھٹکا دیا آج افراد و اقوام میں کہیں صداقت، شجاعت، شرافت اور خلوص کا نام دفن بھی نہیں ملتا۔
(باقی آئندہ)

مجبورانہ التواء

گزشتہ پرچم میں سالانہ جلسہ کی تاریخوں کا اعلان شائع کیا گیا تھا کہ ۱۹/۲۰/۲۱ نومبر ۱۹۲۸ء کو جلسہ منعقد ہو گا۔ نیز عرصہ دو اڑھائی ماہ سے موسمی بخار زدروں پر ہے اور اراکین حزب الانصار ابھی تک صحتیاب نہیں ہو سکے لہذا ایسی حالت میں جلسہ کی کامیابی کا کوئی امکان نہیں ہے۔ انشاء اللہ العزیز عنقریب سالانہ جلسہ کی تمام ایخوں کا اعلان شائع کیا جائے گا۔ انتظار فرمائیں : ناظم جلسہ سالانہ

حالات حاضرہ کے متعلق قرآنی ہدایا

کتاب حکمت کے چند نسخے

(ادارہ)

قرآن مجید خداوند تعالیٰ کی وہ آخری اور محکم کتاب ہے جس کی آیات بینات میں قیامت تک آنے والے ہر دور کے لئے واضح ہدایات موجود ہیں۔ اسی کتاب کے قوانین و احکام پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور صدر اول کے دوسرے مسلمان ترقی کے بلند ترین مدارج پر فائز ہوئے تھے اور انہوں نے ہر قسم کی مشکلات پر قابو پایا تھا۔ اور اسی کتاب کے ضوابط و حدود کے مطابق زندگی بسر کرنے اور اس سے منہ موڑنے کی سزا میں ماضی قریب کے مسلمان منزل و انحطاط کے گڑھوں میں گر کر محکوم و غلام بنے اور ان کو ہر طرف سے مشکلات اور پریشانیوں نے گھیر لیا۔ بالکل سچ ارشاد فرمایا صادق و مصدق صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ **اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بَہْذَا الْکِتَابِ اَقْوَامًا وَيَضَعُ بَہْ الْاٰخَرِیْنَ** (مسلم من نافع) یعنی اللہ تعالیٰ اسی کتاب قرآن مجید پر عمل پیرا ہونے کی برکت سے بہت سی قوموں کو بلند و بالا فرما دیتے ہیں اور اسی کتاب کو چھوڑنے کی وجہ سے بہت سی قوموں کو تعزذلت میں گرا دیتے ہیں۔

دنیا کے دوسرے مسلمان ملکوں کے پیچیدہ حالات۔ اقوام عالم میں ان کے سیاسی موقف۔ اور گونا گون مشکلات و مصائب اور پریشانیوں میں ان کی گرفتاری کا ذکر اختصار بحث کی خاطر چھوڑ کر صرف مملکت پاکستان کے متعلق بیان کرنا چاہتا ہوں۔ ریڈیو سنسنے والوں اور اخبار بین حضرات سے یہ پوچھنا کہ موجودہ وقت میں ہم کس قدر نازک حالات میں زندگی گزار رہے ہیں۔ بیرونی دشمن کا زبردست خطرہ سر پر منڈلا رہا ہے کشمیر میں انتہائی جدوجہد کے ساتھ وہ جنگ لڑی جا رہی ہے جس میں فتح و شکست آئندہ کے لئے پاکستان کی قوت و ضعف یا موت و حیات کا فیصلہ کرنے والی ہے۔ انڈین لیونین نے حیدرآباد پر فوجی قبضہ کر کے ایک طرف وہ کانٹا بالکل نکال دیا جس کے متعلق نازک حالات میں چبھنے اور پریشان کرنے کا خطرہ اُسے لاحق ہو رہا تھا اور دوسری طرف وہاں کے ناروئی خزانے اور وسائل ذرائع قبضہ کر کے اپنی مادی طاقت پہلے سے بہت زیادہ بڑھا دی۔ بیرونی دشمن کے ان گونا گون

خطرات کے علاوہ سب سے بڑھ کر خطرہ پاکستان کے باشندوں کے اخلاقی انحطاط اور کیریکٹر کی کمزوری کا یہ اندرونی خطرہ ہے۔ تاریخ کی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ کسی ملک کو باہر کے قوی سے قوی دشمن نے نقصان پہنچا کہ اس قدر تباہ و شکستہ حال اور مغلوب نہیں کیا جس قدر کہ خود اندرونی باشندوں کی اخلاقی کمزوریوں۔ خود غرضیوں اور صاحب اقتدار و اختیار لوگوں کی غلطیوں نے کیا۔ تاریخ کی دوسری مثالوں کو نظر انداز کر کے حیدرآباد کے تازہ واقعہ کو دیدہ عبرت سے دیکھئے۔ انڈین یونین کی فوجی قوت و طاقت یا حیدرآباد کی بالکل بے بسی اور بے سروسامانی نے ہتھیار نہیں اٹھوائے۔ بلکہ چند خود غرض لوگوں کی سازشوں اور غلطیوں نے نظام کو بھی مجبور کر دیا کہ وہ عاجزانہ طور سے درخواست دے کہ سے

بیا کہ ماسپر انداختیم کہ جنگ است

پس در حقیقت خطرات و مصائب کے اس دور میں قوم کے ہر طبقہ کی ان اخلاقی کمزوریوں یا بہ الفاظ دیگر غیر اسلامی اخلاق و اعمال اور طرز و انداز کے سوا اور کوئی بڑھ کر دشمن پاکستان نہیں۔ اگر ملک کی مدافعت اور قوم کو ہر طرح کی تباہی سے بچانے کے لئے دشمن کی سرکوبی ضروری ہے۔ اور ضروری ہونے میں شک کیا ہے؟ تو اصل علاج یہ ہے۔ کہ پوری جدوجہد کے ساتھ اس بات کی طرف توجہ کی جائے کہ قوم کی اخلاقی اصلاح ہو جائے۔ ہر قسم کی بد اخلاقیات اور خود غرضیاں دور کر دی جائیں۔ اور صحیح اسلامی روح بھونک کر قوم کے جدمردہ میں زندگی کی لہر دوڑا دی جائے۔ اور اس روحانی موت کو حیات جاویدان سے بدلنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب حکمت و ہدایت قرآن مجید کے قوانین و احکام ہر مؤثر و بدل نشین طرز و انداز سے قوم کے ہر پیر و جوان کے ذہن و دماغ کے لوح پر نقش کئے جائیں۔ اور انہیں بار بار ترغیب دیکر سمجھا دیا جائے۔ کہ ہلاکت و بربادی کے ان طوفانوں سے نجات پانے کا صرف یہی ایک ذریعہ ہے کہ اس کشتی نوح میں سواری کو اختیار کیا جائے۔ اور قرآنی ہدایات کے مطابق زندگی کے تمام کام سر انجام ہوا کریں۔

حکومت پاکستان کے تمام ذمہ دار ارکان اور صوبائی۔ اضلاعی اور مقامی افسر خود بھی ہدایات قرآنی کے مطابق عمل کرنا شروع کریں۔ اور اپنے حاکمانہ اقتدار و اختیار کو اس طور سے استعمال کریں کہ ماتحت رعایا خود بخود شریعت مطہرہ کے احکام کی طرف متوجہ ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ ریڈیو۔ اخبارات اور نشر و اشاعت کے دوسرے تمام وسائل و ذرائع قرآن و حدیث اور تاریخ اسلامی کے زریں واقعات و حالات اور صحابہ کرام اور دوسرے غازیان اسلام کے روشن کارناموں کے زیادہ سے زیادہ پھیلانے کے لئے بالکل وقف ہوں۔ اور جب قوم میں صحیح اسلام۔ یقین تکلم۔ عمل پیہم اور اخلاص و تہیت پیدا ہوگی تو

پھر ساری قوم یقیناً بنیان موصول بن کر ہر خطرہ و مزاحمت کو بہ آسانی دفع کر سکے گی اور پھر کسی دشمن کا خطرہ کیا زہر ہے گا۔ بلکہ خود دشمن کو ہم سے خطرہ ہوگا۔

مندرجہ بالا نظریہ کے مطابق آج کی محبت میں قرآن مجید کی چند آیتوں کی تفسیر و تشریح کرتا ہوں تاکہ ان ہدایات خداوندی کی روشنی میں پاکستان کے مسلمان بھائی اپنے اعمال و اخلاق کا احتساب شروع کریں۔ اور جس گوشہ میں بھی وہ محسوس کریں کہ ان ہدایات کے مطابق اُن کی زندگی میں خامی اور کمزوری ہے۔ وہ جلد از جلد اُس کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ اور ایمان کے اُن تقاضوں کو فروغ دیا کریں جن کا ذکر ان آیتوں میں ہوتا ہے۔

سورۃ انفال قرآن مجید کی وہ سورت ہے۔ جو سنہ ۶ میں جنگ بدر کے بعد نازل ہوئی ہے۔ جنگ بدر کفر و اسلام کی وہ پہلی لڑائی ہے جس کو خود قرآن مجید نے یوم الفرقان یعنی حق و باطل کے فیصلہ اور جدائی کا دن قرار دیا ہے۔ اس سورت میں کفر و اسلام کی اس پہلی اور فیصلہ کن آریض ہر فصل تبصرہ کیا گیا۔ جنگ بدر کے سارے تفصیلی واقعہ کے ذکر کرنے کی فی الحال ضرورت نہیں۔ صرف مختصر اشارۃً اتنا لکھنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جب یہ واقعہ پیش آیا تھا تو اس وقت حالات کیا تھے۔ جب کفار قریش کو اپنے قافلہ تجارت کے خطرہ میں گھر جانے کی اطلاع ہوئی تو سارے مکہ میں ایک ہجرت برباد ہو گیا۔ قریش کے تمام بڑے بڑے سردار جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔ ایک ہزار مسلح جنگی مردان کا رپوری شان و شوکت سے مسلمانوں کے ساتھ لڑنے کے لئے نکلے۔ ان کے پیش نظر محض قافلہ بچانا نہ تھا۔ بلکہ اُن کا ارادہ یہ تھا تھا کہ مدینہ کے دارالہجرت میں عہد ٹھکانا بنی جائے جسے بعد مسلمانوں کی جماعت سے ہم کو خطرہ ہو وقت رہتا ہے۔ اس لئے رپوری قوت کے ساتھ جا کر آئے دن کے اس خطرے کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیں۔ اور مدینہ میں یہ مخالف طاقت جو ابھی نئی نئی مجتمع ہوئی شروع ہوئی ہے۔ اسے کچل ڈالیں اور اس نواح کے قبائل کو اس حد تک مرعوب کر دیں کہ آئندہ کے لئے ہمارا تجارتی راستہ بالکل محفوظ و مامون ہو جائے۔ نبی کریم ﷺ اللہ علیہ وسلم کو جب ان حالات اور ان کے ارادوں کی خبریں پہنچیں تو آپ نے محسوس فرمایا کہ فیصلہ کی گھڑی آپہنچی ہے اور یہ ٹھیک وہ وقت ہے۔ جب کہ ایک جو روانہ اقدام اگر نہ کر ڈالا تو تحریک اسلامی ہمیشہ کے لئے بے جان ہو جائے گی۔ بلکہ بعید نہیں کہ اس تحریک کے لئے سر اٹھانے کا پھر کوئی موقع ہی باقی نہ رہے۔ نئے دارالہجرت میں آئے ابھی پورے دو سال بھی نہیں ہوئے ہیں۔ ہاجرین بے سرد سامان۔ انصار ابھی نا آزمودہ یہودی قبائل برسرِ مخالفت۔ خود مدینہ میں منافقین و شرکین کا ایک اچھا خالصہ طاقتور عنصر موجود۔ اور گرد و پیش کے تمام قبائل قریش سے مرعوب بھی اور مذہبنا اُن کے ہمدرد بھی۔ ایسے حالات میں اگر قریش مدینہ پر

حملہ آور ہو جائیں۔ تو ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کی مٹھی بھر جماعت کا خاتمہ ہو جائے۔ لیکن اگر وہ حملہ نہ کریں۔ صرف اپنے زور سے قافلہ کو بچا کر ہی نکال لے جائیں اور مسلمان دیکے بیٹھے رہیں تو یک لخت مسلمانوں کی ایسی ہوا اکھڑے گی کہ عرب کا پچھ چھ ان پر دیر ہو جائے گا۔ اور ان کے لئے ملک بھر میں پھر کوئی جائے پناہ باقی نہ رہے گی۔

آس پاس کے سارے قبائل قریش کے اشاروں پر کلام کرنا شروع کر دیں گے۔ مدینہ کے یہودی اور منافقین و مشرکین علی الاعلان سر اٹھائیں گے اور دارالہجرت میں جینا مشکل کر دیں گے اور مسلمانوں کا کوئی رعب و اثر نہ ہو گا کہ اس کی وجہ سے کسی کو ان کی جان مال اور آبرو پر ملاحظہ ڈالنے میں تاہل ہو۔ اس بنا پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عزم فرمایا کہ جو طاقت بھی اس وقت میسر ہے اسے کر نکلیں اور میدان میں فیصلہ کریں کہ جینے کا حق کس ہے۔ اور کسے نہیں۔

اس فیصلہ کن اقدام کا ارادہ کر کے آپ نے انصار و مہاجرین کو جمع کیا۔ اور آخر کار صلاح و مشورہ کے بعد تین سو تیرہ صحابہ کرام کی بے سرو سامان جماعت کو ساتھ لے کر آپ بھی بدر کے مقام پر تشریف لے گئے۔ اور وہاں وہ تاریخی لڑائی ہوئی جو غزوہ بدر کے نام سے موسوم ہے مسلمانوں کی صداقت، ایمانی، خدا پرستی و اطاعت شعاری خدا کی طرف سے نصرت کو انعام حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ اور قریش اپنے سارے غرور و طاقت کے باوجود ان بے سرو سامان ندائیوں کے ہاتھوں شکست کھا گئے۔ ان کے شہر آدمی جن میں بڑے بڑے سرداران قریش بھی تھے مارے گئے۔ شہر قید ہوئے۔ اور اس فیصلہ کن فتح نے عرب میں اسلام کو ایک قابل لحاظ طاقت بنا دیا۔ اور ہمیں سے مسلمانوں کی سیاسی قوت کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

پس سورۃ انفال میں اس عظیم الشان سر کریمہ سیر حاصل کیا گیا ہے۔ اور آئندہ کے لئے ایسے حالات میں اور صلح و جنگ کے اوقات میں مسلمانوں کو کن صفات و خصائص کا حامل ہونا چاہئے اس کے متعلق تفصیلی ہدایات دی ہیں۔ اور ان اخلاقی صفات کی توضیح کی گئی ہے جن سے ایسے معرکوں میں کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ اور بتا دیا گیا ہے کہ صلح و جنگ دونوں صورتوں میں مسلمان جاہلیت اور جاہلوں کے طریقوں سے بچے رہیں اور دنیا پر اپنی اخلاقی برتری اور عالی ظرفی و حوصلہ مندی کا سنگ بنیاد کریں۔ اسی سورۃ "انفال" کی ہدایات میں سے چند ہدایات عرض کرتا ہوں

۱۔ ترجمہ و تفسیر میں مولانا محمد ذوقی کی تہذیب القرآن مولانا آزاد کی ترجمان القرآن مولانا عثمانی کے نوامید تفسیر یہ اور حضرت مولانا تھانوی کی میان القرآن سے امداد کی گئی ہے۔

۱) كَيْسَلُونَكَ عَنْ الْاَنْفَالِ طَقْلُ الْاَنْفَالِ
 لِلّٰهِ وَالرَّسُولِ ۚ خَالِفُوا اللّٰهَ وَاصْلَحُوا لِحُلَاثِ
 بَيْنِكُمْ وَاَطِيعُوا اللّٰهَ وَرَّسُوْلَهُ اِنْ كُنْتُمْ
 مُّؤْمِنِيْنَ ۝

۱) پیغمبر لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ مال غنیمت کے بارے میں کیا ہونا چاہیے
 آپ کہہ دیجئے کہ مال غنیمت دراصل اللہ اور اس کے رسول کا ہے پس
 چاہئے کہ اس کا دھبہ سے ایسے جھگڑا نہ کرواؤ کہ اس سے دور اپنا باہمی
 معاملہ و تعلقات درست رکھو۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری
 کیا کرو۔ اگر تم مومن ہو۔

تفسیر عرب جاہلیت میں دستور تھا کہ لڑائی میں جو مال جس کے ہاتھ لگ جائے وہ اسی کا بھجا
 جاتا تھا اور وہی اس کا مالک قرار پاتا۔ دہیوں میں بھی ایسا دستور تھا۔ اور آج کل بھی یورپ کی تمام
 قوموں میں ایسا ہی قانون رائج ہے جس شہر یا قلعہ کو فوج حملہ کر کے فتح کر لیتی ہے ایک خاص دولت
 ملک اسے لٹنے کا اسے حق ہوتا ہے۔ چنانچہ ہندوستان میں بھی انگریزی فوجوں نے متعدد مواقع پر
 ایسا ہی کیا تھا۔ جاہلیت کے اس دستور کے مطابق سپاہیوں کی ذاتی طرح و لالچ کی غلط تربیت ہوتی
 ہے اور وہ انتہائی بے دردیوں اور ظالمانہ کارروائیوں پر آمادہ ہو جایا کرتے۔ اور نیز اس صورت
 میں اکثر ایسا ہوتا تھا کہ فتح یاب فوجوں کے درمیان اموال غنیمت پر سخت تباہی برپا ہو جاتا اور
 بسا اوقات ان کی خانہ جنگی فتح کو شکست میں تبدیل کر دیتی۔ اسلام قبول کرنے کے بعد مسلمانوں کو پہلی مرتبہ
 پرچم اسلام کے نیچے قریش کے ساتھ بدر کے مقام پر لڑنے کا اتفاق ہوا تھا۔ اس لڑائی میں جہاں غنیمت
 لشکر قریش سے لوٹا گیا تھا اس کی تقسیم پر مسلمانوں کے درمیان اس لئے نزاع ہوئی کہ ان کو معلوم نہ تھا
 کہ مسلک اسلام میں جنگ اور اس سے پورا شدہ سائل کے متعلق کیا ضابطہ ہے۔ بہت سے تمدنی
 معاملات کی طرح مسلمان ابھی تک جنگ کے معاملہ میں بھی اکثر پرانی جاہلیت کے تصورات لئے ہوئے
 تھے۔ اس وجہ سے بدر کی لڑائی میں کفار کی شکست کے بعد جن لوگوں نے جو کچھ مال غنیمت لوٹا تھا۔
 وہ عرب کے پرانے طریقہ کے مطابق اپنے آپ کو اس کا مالک سمجھ بیٹھے تھے۔ لیکن ایک دوسرا فرقہ
 جس نے غنیمت کی طرف رُخ کرنے کے بجائے کفار کا تعاقب کیا تھا اس بات کا مدعی ہوا کہ اس مال میں ہمارا
 بھی برابر کا حصہ ہے۔ کیونکہ اگر ہم دشمن کا تعاقب کر کے اسے دور تک بھاگنا نہ دیتے اور معمولی طرح غنیمت
 پر ٹوٹ پڑتے تو ممکن تھا کہ دشمن پھر بلیک کر حملہ کر دیتا اور فتح شکست سے بدل جاتی۔ ایک تیسرے فرقہ
 نے بھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کر رہا تھا اپنے دعادی پیش کئے۔ اس کا کہنا یہ تھا کہ
 سب سے بڑھ کر قیمتی خدمت تو اس جنگ میں ہم نے انجام دی ہے۔ اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کے گروہ اپنی جانوں کا حصار بنائے ہوئے نہ رہتے تو آپ کو کوئی گزند پہنچ جاتا تو فتح ہی کب نصیب

ہر سستی تھی کہ کوئی مال غنیمت ہاتھ آتا۔ اور اس کی تقسیم کا سوال اٹھتا۔ مگر مالِ عملاً جس فریق کے قبضہ میں تھا۔ اس کی ملکیت گویا کسی نبوت کی محتاج نہ تھی۔ آخر اس نزاع نے تلخی کی صورت اختیار کر لی شروع کر دی۔ اور زبانوں سے دلوں تک بدھنوں کی پھیلنے لگی۔ یہ تقادہ نفسیاتی موقع جسے اللہ تعالیٰ نے سورت انفال نازل کرنے کے لئے منتخب فرمایا۔ اور جنگ بدر پر اپنے تبصرے کی ابتدا اسی مسئلہ سے کی۔ پھر جو پہلا ہی فقرہ ارشاد ہوا اسی میں سوال کا جواب بھی موجود ہے۔ فرمایا۔ یسئلونک من الانفال۔ تم سے انفال کے متعلق پوچھتے ہیں۔ یہ ان اموال کو ”غنائم“ کے بجائے ”انفال“ کے لفظ سے تعبیر کرنا بجائے خود مسئلہ کا فیصلہ اپنے اندر رکھتا تھا۔ ”انفال“ جمع ہے نفل کی۔ عربی زبان میں نفل اس چیز کو کہتے ہیں جو واجب سے یا حق سے زائد ہو۔ جب یہ تالیف کی طرف سے ہو تو اس سے مراد وہ رضا کارانہ خدمت ہوتی ہے جو ایک بندہ اپنے آقا کے لئے نرض سے بڑھ کر طوعاً بجالاتا ہے۔ اور جب یہ متبوع کی طرف سے ہو تو اس سے مراد وہ عطیہ و انعام ہوتا ہے جو آقا اپنے بندے کو اس کے حق الخدمت سے زائد دیتا ہے۔ پس ارشاد خداوندی کا مطلب یہ ہوا کہ یہ آپس کی ساری رد و کد۔ یہ نزاع۔ یہ پوچھ گچھ کیا خدا کے بخشے ہوئے انعامات کے بارے میں ہر بات ہے؛ اگر یہ بات ہے تو تم لوگ اس کے مالک و مختار کہاں بنے جا رہے ہو کہ خود ان کی تقسیم کا فیصلہ کرو مالی جس کا بخشا ہوا ہے وہی فیصلہ کرے گا۔ کہ کسے دیا جائے اور کسے نہیں اور جس کو دیا جائے کتنا دیا جائے۔ قل الانفال للہ والرسول قرآن مجید نے انفال کو اللہ اور رسول کا مال قرار دے کر پہلے تو یہ قاعدہ مقرر کر دیا کہ تمام مال غنیمت لا کر بے کم و کاست امام کے سامنے رکھ دیا جائے اور ایک سوئی تک چھپا کر نہ رکھی جائے۔ پھر آگے چل کر اس مال کی تقسیم کا قانون بنا دیا۔ واعلموا ان ما غنمتم من شیء الا یہ کہ باخواں حصہ خدا کے کام اور اس کے غریب بندوں کی مدد کے لئے بیت المال میں لکھ لیا جائے اور باقی چار حصے اس پوری فوج میں تقسیم کر دئے جائیں جو لڑائی میں شریک ہوئی ہو۔ اس طرح وہ ساری خرابیاں دور ہو گئیں جو جاہلیت کے طریقہ میں تھیں۔

یہ جنگ کے سلسلہ میں ایک بہت بڑی اخلاقی اصلاح تھی۔ مسلمان کی جنگ دنیا کے مادی فائدے بٹورنے کے لئے نہیں ہے بلکہ دنیا کے اخلاقی و تمدنی کجائز کو اصول حق کے مطابق درست کرنے کے لئے ہے۔ جسے مجبوراً اس وقت اختیار کیا جاتا ہے۔ جبکہ مزاحم قوتیں دعوت و تبلیغ کے ذریعہ سے اصلاح کو ناممکن بنا دیں۔ پس مصلحین کی نظر اپنے مقصد پر ہونی چاہئے نہ کہ ان فوائد پر جو مقصد کے لئے سعی کرتے ہوئے بطور انعام خدا کی عنایت سے حاصل ہوں۔ ان فوائد سے اگر ابتدا ہی میں ان کی نظر مبٹا دی جائے تو بہت

جلدی اخلاقی انحطاط رونما ہو کہ یہی فوائد مقصود قرار پائیں، پس قرآن مجید کی یہ ہدایت ہے کہ مال غنیمت جو لڑائی میں ہاتھ آئے وہ اصل مقصد جہاد نہیں بلکہ وہ تو صرف ایک انعام الہی ہے اسلئے درحقیقت وہ اللہ اور اس کے رسول کا ہے۔ یہ بات نہیں ہونی چاہئے کہ جو جس کے ہاتھ لگا وہ اسی کا ہو گیا۔ بلکہ سب کچھ امام کے سامنے پیش کرنا چاہئے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق جس کو رسول اللہ بیان فرما چکے ہیں جماعت میں تقسیم کرے گا۔

مال غنیمت کے بارے میں اس قطعی ہدایت دینے کے بعد پھر ارشاد فرمایا گیا کہ اگر تم مومن ہو تو تمہارے اس ایمان کا تقاضا ہے کہ باہمی جہل و نزاع کو تو بالکل چھوڑ دو۔ اور ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اور اس کے عذاب اور ناراضگی کا خوف ہر دلت تمہارے دل کے اندر موجود ہو۔

۱۲۔ اس کی حالت ہو یا لڑائی کی۔ سکون و اطمینان ہو یا خطرات و مصائب، لیکن مسلمانوں کو باہدگر صلح و صفائی کے ساتھ رہنا چاہئے اور اپنے سارے معاملات اور باہمی تعلقات کو درست اور دوستانہ رکھنا چاہئے۔ اسی کو فرمایا **وَاصْلَحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ**۔

۱۳۔ خداوند تعالیٰ کے احکام اور خدا تعالیٰ کے پیچے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی اطاعت اور بلا جوں چرائیں و انتہاں میں سرگرم رہنا چاہئے۔ خدا و رسول کی یہ اطاعت ہر کامیابی کے لئے ایک کنجی ہے۔

مومنوں کی شان تو یہ ہے کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل دہل جاتے ہیں۔ اور جب اس کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کے ایمان کو اور زیادہ کڑیتی ہیں۔ اور وہ ہر حال میں اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ جو نماز قائم کرتے ہیں۔ اور ہم نے جو کچھ دے رکھا ہے اس میں سے ایک حصہ ہماری راہ میں بھی خرچ کرنے میں بلاشبہ ایسے ہی لوگ حقیقی مومن ہیں ان کے لئے ان کے پروردگار کے ہاں مرتبہ میں اور بخشائیں۔ اور بڑی خوبی عزت کی روزی۔

دوسری آیت **إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَّت قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۚ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۚ لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ اللَّهِ ۚ لَهُمْ أَجْرٌ كَثِيرٌ ۚ**

۱۱۔ اس آیت مبارکہ میں سچے مومنوں کی نشانیاں اور ان کی شان بتا دی گئی ہے۔ کہ سچا مومن وہ ہے جس کے سامنے جب اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا جاتا ہے تو اس کا دل خدا کی عظمت اور ہیت و خوت سے کانپ اٹھتا ہے۔

۱۲۔ اور جب اس کے سامنے آیات الہی پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ ان کی تصدیق کر کے مطاعت جھکا دیتا ہے۔ اور اس سے اس کے ایمان کو بالیدگی نصیب ہوتی ہے۔ تصدیق قلبی کی کیفیت میں اضافہ حاصل ہو جاتا ہے۔

۱۳۔ سچا مومن ہر حالت میں اور ہر موقع پر اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل بھروسہ و اعتماد رکھتا ہے کسی غیر اللہ کے ساتھ اس کے قلبی اعتماد و توثق کا بندھن نہیں ہوتا۔

۱۴۔ سچا مومن نماز کی پوری پابندی کرتا ہے یعنی صرف یہ نہیں کہ بس نماز پڑھ لینا ہے۔ بلکہ نماز پڑھا کرتا ہے اس طور سے کہ خشوع، خضوع، توجہ قلبی کے ساتھ تمام آداب و ارکان کا پورا لحاظ کرتا ہو مستحب اوقات میں جماعت کے ساتھ ادا کرنے کی پوری سعی و کوشش کرتا ہے۔

۱۵۔ سچا مومن وہ ہے جو اس حلال مال میں سے جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطا فرمایا ہے صدقات واجبہ و نفلہ کی صورت میں اللہ کی راہ میں کچھ نہ کچھ حصہ خرچ کرتا رہتا ہے۔

غرض یہ کہ سچے مومن کی شان یہ ہوتی ہے کہ عقائد و اخلاق اور عبادات و مالیہ تمام خوبیوں اور بھلائیوں کا جامع ہوتا ہے۔ اور ایسے سچے اور یکے ایماندار خدا کے ہاں اپنے اپنے درجہ کے عوائف بڑے بڑے مقامات و مراتب قرب حاصل کریں گے۔ اور ان کی معمولی معمولی کوتاہیوں سے درگزر کر کے انہیں عزت کی روزی سے سرفراز کیا جائے گا۔

تیسری آیت :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُلْتُمْ
الَّذِينَ كَفَرُوا سِرًّا وَلَا أَعْيُنًا
هُمْ أَلَّا ذَبَارَةٌ وَمَنْ يُولِيهِمْ
يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفًا
لِقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِئَةٍ فَقَدْ
بَاءَ بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ وَمَا وَدَّ
حَمَلُهُمْ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ

اے ایمان والو! جب کافروں کے لشکر سے تمہاری صف
بھیڑ ہو جائے تو انہیں پیٹھ دکھاؤ (سینہ پر ہتھوڑ کر مقابلہ
کرو) اور جو کوئی ایسے موقع پر پیٹھ دکھلائے
گا۔۔۔ ہاں مگر جو کوئی ایک جنگی چال کے طور پر یہ
کرے یا اپنے گروہوں میں سے کسی گروہ سے جاننے
کیلئے ایسا کرے تو وہ مستثنیٰ ہے باقی جو کوئی ایسا کر جائے تو
وہ اللہ کے غضب میں گھر جایگا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور

(جس کا ٹھکانا دوزخ ہو) تو اس کے پہنچنے کی جگہ
کیا ہی بُری جگہ ہے۔

آیت مندرجہ بالا کا مضمون بالکل واضح ہے۔ میدان جنگ میں جب کافروں کے لشکر کے ساتھ مسلمانوں کو مقابلہ درپیش ہو اور دونوں فوجیں آمنے سامنے ہو کر برسرِ پیکار ہوں تو ایسے موقع پر لڑائی سے بھاگنا سخت گناہ کا بات ہے۔ اس آیت کی رو سے فرائع الزحف یعنی ہجرتِ حلوم ہے۔ اور اس فرار کو کبیرہ گناہوں میں سے شمار کیا گیا ہے چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ تین گناہ ایسے ہیں کہ ان کے ساتھ کوئی نیک فائدہ نہیں دیتی۔ ایک بشرک۔ دوسرے والدین کی حق تلفی و نافرمانی۔ تیسرے میدانِ قتال فی سبیل اللہ سے فرار۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں سات بڑے گناہوں کا ذکر کیا ہے جو انسان کے لئے تباہ کن اور اس کے انجامِ آخری کے لئے غارت گر ہیں ان میں سے ایک یہ گناہ بھی ہے کہ آدمی کفر و اسلام کی جنگ میں کفار کے آگے پیٹھ پھیر کر بھاگے۔ اسی آیت میں دو صورتیں اس حکمِ عدمِ جواز سے مستثنیٰ کر دی گئی ہیں۔ اور دو حقیقت ان دونوں صورتوں میں فرار ہے بھی نہیں۔ فرار اور ہجرت تو وہ ہے جو جنگی مقصد کے لئے نہیں بلکہ محض بُزدلی اور شکست خوردگی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اور اس لئے ہمارا مقصد ہے کہ ہجرت کے آدمی کو اپنے مقصد کی بہ نسبت جان زیادہ پیاری ہوتی ہے۔ وہ دو صورتیں یہ ہیں۔ ایک تو یہ کہ پتیرا بد لئے اور ایک جنگی چال چلنے کی نیت سے پیچھے کو آئے تاکہ پھر مناسب موقع دیکھ کر ایک نیکم کن حملہ کیا جائے۔ متحرفاً لاعتدال کا یہ معنی ہے۔ اور یا دشمن کے شدید دباؤ کی وجہ سے ایک مرتب و منظم پسپائی اسلئے اختیار کی جائے کہ اس کا مقصود اپنے عقبی مرکز کی طرف۔

(باقی آئندہ)

سوال

نہ کیا فرماتے ہیں۔ علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر کے ہاں اسکی دختر سے نکاح کیا۔ عرصہ قریباً ایک سال تک منکوحہ آباد رہے اس کے بعد میان بیوی کی آپس میں

بے سلوکی ہو گئی۔ اور زید کی زوجہ روٹھ کر بکر اپنے باپ کے پاس چلی گئی۔ کچھ دنوں کے بعد بکر عمر کے پاس گیا۔ اور کہا کہ ایک سادہ کاغذ اور قلم دوات لیکر میرے ہمراہ زید کے والد کے گھر چلو۔ کیونکہ وہاں جا کر کچھ لکھنا ہے۔ عمر نے زید کے باپ کے پاس پہنچ کر بکر اور زید کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کی مگر فریقین میں سلوک نہ ہو سکا۔ زید کو اس کے والدین نے کئی دفعہ مجبور کیا۔ کہ تم اسی وقت بکر کی بات

فیصلہ کر لو۔ چنانچہ زید کی والدہ نے پڑے بھی بکر کی لڑکی کے نکال کر بکر کے سامنے رکھ دیئے۔ اور کہا۔
کہ یہ پڑے بکر نے کئی دفعہ طلب کئے ہیں۔ اسلئے آبادی مشکل ہے۔ زید کو والدین نے کہا، کہ تم لکھ دو طلاق نامہ
اور لکھو لاو۔ مہر نامہ۔ زید خاموش رہا۔ اور عمر نے کہا۔ کہ تمہاری کیا رائے ہے۔ کیا لکھوں کاغذ یعنی
طلاق نامہ دھرم نامہ؟ زید نے کہا لکھو؟

عمر نے طلاق نامہ دھرم نامہ کہنے کے بعد کہا۔ کہ لگاؤ طلاق نامہ پر انگوٹھ اور کہو زبانی طلاق۔ یہ سنتے ہی
زید انگوٹھ لگانے اور طلاق زبانی دینے سے انکار ہی ہوا۔ اور کہا۔ کہ میں اپنی عورت کو آباد کروں گا،
عالمجاہ؟ براہ اللہ بحوالہ کتب کھول کر سمجھائیں۔ کہ کیا اس صورت میں طلاق وارد ہو سکتی ہے یا نہ؟
انشاء اللہ تعالیٰ آپ عند اللہ ماجور اور بندہ سے شکور ہونگے۔ براہ مہربانی اس استفتا کو درج
رسالہ شمس الاسلام فرمائیں۔ دعا گو رہنما۔

المفتی: عاجز گل محمد خطیب جمعہ از مٹی تحصیل ملہ گنگ ضلع الہم خرمیدار 2595

الجواب

۱۔ طلاق کہنے کے بعد طلاق دہندہ کا زبانی اقرار کرنا یا دستخط یا انگوٹھا لگانا
مزدوری ہے۔ اور اس منکرہ بالا صورت میں طلاق دہندہ نے زبانی اقرار کرنے اور انگوٹھا لگانے سے
انکار کر دیا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہا۔ کہ میں آباد کروں گا۔ تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

کا صرح فی کتب الفقر۔ لانی علی باب العلم

الجواب ۲۔ جبکہ لڑکے کی عمر پندرہ سال سے زائد ہو چکی ہے۔ تو وہ شرعاً بالغ ہے۔ اس کی طلاق صحیح
ہوگی۔ قالوا اذا تم للعلم والجارية خمس عشرة سنة فقد بلغا ہایہ آخرین جلد ۱
کتاب الحجر فصل حد بلوغ اور فتویٰ اسی قول پر ہے۔

(باقی رہا)

(بقیہ صفحہ ۳۰ پر) اللہ کے تو انہیں سے کمر کرنے والی تمام قوتوں سے بغاوت کر کے جو شخص مرث اللہ کے احکام پر ایمان لاتا ہے
تو اس شخص سے ایک مضبوط بندھن کو جنگل مار لیا کہ جس کے سبب وہ کبھی شاہراہ ہدایت سے ہٹک نہیں۔ اس آیت کریمہ سے یہ معلوم
ہو گیا کہ ایمان باللہ صرف اسی صورت میں مفید اور نجات اخروی کے لئے کارآمد ہو سکتا ہے جبکہ ایمان باللہ کے
ساتھ ساتھ کفر الطاغوت یعنی شیطان اور اس کی اطاعت سے انکار کا جذبہ بھی انسان کے دل میں کارفرما ہو یہ کبھی
نہیں سکتا کہ ایک شخص بیک وقت ایمان باللہ اور کفر الطاغوت کا مرکب ہوتے ہوئے مومن باللہ بھی ہو اس لئے کہ کفر و ایمان
ایک دوسرے کے ضد ہیں اور اجتماع ضدین محال ہے عِزِّ ضَلَّ ابْنُ مَفْرُوقٍ اَتَى تَفْرِيقٍ ۝

تاریخ وفات مولانا حبیب اللہ صاحب ام ترسری مبلغ اسلام منظر اہل مذہب باطلہ

(از حضرت علامہ الحاج مولانا حکیم عبدالرہمن صاحب مدظلہ)

دارِ ینا مرد صالح متقی و پارسا : منظر علم و فضیلت مصدر و شہ ہدے
آل حبیب اللہ مقبولِ خداوند کریم : آتش چوں حکم رحلت کرد زین دار فنا
صرف کرد عمر خود در خدمت و تبلیغ دین : مانند شاغل ہم بسر دید اہل باطل اشتیاق
مرد او بہت رحمت بود و رضہ جان : روح او در روح دریاں شاد باد دعا
گفت عبد از بہر تاریخ وفات آن اہل دل : داخل جنت حبیب اللہ زاد با صفا

۱۳۶۷ھ

لرزین

ملیر یا بخار جیسے وبائی و موذی امراض کے لئے
سو فیصدی فائدہ مند تلی جگر کیلئے اکیرا عظم ہے

لرزین کے استعمال سے اپنے اہل و عیال کو محفوظ رکھیں جو کہ جراثیم کش بھی ہے۔
قیمت ۱۰۰ ٹکیاں ۲/- علاوہ محصول ڈاک۔

مسمر و قرۃ العین

دھند۔ جالا کمرے وغیرہ

امراض چشم کے لئے اکیرا عظم ہے۔ ہزاروں مریض اس کے استعمال
سے شفا یاب ہو چکے ہیں بر قیمت فی شیشی عمر۔ نمونہ ۸
ملک کا پتہ: ناظم ام ترسری دواخانہ ۱۹ بلاک سرگودھا

درجات شہادت!

قرآن و حدیث کا تحقیقی فیصلہ

~~~~~(•)~~~~~

شہادت یعنی فی سبیل اللہ مقتول ہونے کے فضائل قرآن و احادیث میں اس قدر ہیں۔ کہ اگر وہ یکجا کئے جائیں تو ایک ضخیم جلد تیار ہو جائے اور کون نہ ہو ان سب سے زیادہ عزیز اپنی جان کو رکھتا ہے ایسی عزیز اور پیاری چیز جس شخص خدا کے نام پر دیدے اس کے جو کچھ فضائل ہوں سب بجا ہیں یہاں بزرگ دو ایک کہتے ہیں اور چار پانچ حدیثیں نقل کی جاتی ہیں۔

آیت اول۔ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْواتٌ بَلْ أحياء وَلَكِنْ تَشْعُرُونَ۔ ترجمہ :- اور مت کہو ان لوگوں کو جو قتل کئے جائیں راہ خدا میں مردہ بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم نہیں سمجھتے۔ ۱۔ اس آیت میں اتنی بڑی فضیلت شہدائے کی بیان فرمائی گئی ہے کہ اس فضیلت میں کوئی دوسرا ان کا مساوی دھس نہیں ہو سکتا پہلے تو یہ حکم دیا گیا کہ ان کو مردہ نہ کہو پھر یہ بھی تصریح کر دی کہ وہ زندہ ہیں مگر ان کی زندگی تمہاری فہم سے بالاتر ہے۔ اب یہ دہم نہیں ہو سکتا کہ شاید وہ فی الحقیقت مردہ ہوں مگر تعظیماً ان کے مردہ کہنے سے منع کیا گیا۔

آیت دوم۔ وَلَا تَحْسَبِ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْواتًا بَلْ أحياء عِنْدَ رَبِّهِمْ يُؤْتُونَ فَرْحِينَ بَدَأَ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَلِيَسْتَبَشِّرَ الَّذِينَ بَالَدِينَ لَمَّا يَأْتُوا بِالْحَمْرِ مِنْ خَلْفِهِمْ أَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ترجمہ :- اور ہرگز نہ خیال کرو تو ان لوگوں کو جو قتل کئے گئے راہ خدا میں مردہ بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے پاس ان کو زندگی دیا جاتا ہے اور وہ خوش ہیں اس چیز سے جو دی ان کو اللہ نے اپنے فضل سے اور وہ فرحت حاصل کرتے ہیں ان لوگوں سے جو نہیں ملے ان سے ان کے بعد کہ نہیں کچھ خوف ان پر اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔

۲۔ اس آیت میں شہدائے کے فضائل آیت سابقہ سے زیادہ بیان کئے گئے۔ اول یہ کہ آیت سابقہ میں مردہ کہنے کی عافیت تھی یہاں مردہ خیال کرنے سے بھی منع کیا گیا۔ دوم یہ کہ آیت سابقہ میں حکم ملاؤں کو مخاطب کر کے دیا گیا تھا۔ اور یہاں خود ہی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب بنایا سو غم یہ کہ جہاں موت تاکید سے رکھا گیا۔ جہاں زندگی کے ساتھ پروردگار کے پاس ہونے کی اور زندگی

لنے کی تصریح فرمائی گئی۔ جس سے معلوم ہوا کہ ان کی زندگی ایسی زندگی ہے کہ وہ کھاتے پیتے ہیں پھر یہ بھی تصریح ہوئی کہ وہ اپنے پس ماندوں کی اچھی حالت دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اس سے ان کی بے غمی کا کامل اظہار ہوتا ہے کیونکہ انسان جب تک اپنی فکر میں مشغول ہوتا ہے کسی دوسری جانب توجہ نہیں کرتا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ اپنے متعلقین اور اپنے اعزہ و احباب سے غافل نہیں ہیں اور ان سے رشتہ محبت قطع نہیں ہوا یہ بہت بڑے فضائل ہیں شہادت کے اور شہداء کے۔

### حدیث اول۔ حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا کوئی شخص جو جنت میں داخل ہو جائے پھر دنیا میں آنے کی خواہش نہیں کرتا چاہے اس کو تمام روئے زمین کی نعمتیں مل جائیں سوا شہید کے کہ وہ آرزو کرتا ہے کہ دنیا میں پھر آوے اور دس مرتبہ شہید کیا جائے بوجہ اس بزرگی کے جو شہادت میں دیکھتا ہے۔ (صحیحین)

### حدیث دوم۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ مسلمانوں میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو مجھ سے پیچھے رہنا گوارا نہ کریں گے۔ اور ان کے لئے سواری کا کوئی انتظام میرے پاس نہیں ہے تو قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں ہر لشکر کے ساتھ جو چہاؤں کے لئے روانہ کیا جاتا خود جاتا قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں اس بات کی آرزو رکھتا ہوں کہ راہ خدا میں قتل کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں (صحیحین)

### حدیث سوم۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص راہ خدا میں زخمی ہوتا ہے وہ قیامت کے دن میدان محشر میں جب آئے گا تو اس زخم سے خون جاری ہوگا مگر خوشبو مشک کی ہوگی (صحیحین)

### حدیث چہارم۔ حضرت عبداللہ بن عمر بن عاص سے روایت

ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شہادت فی سبیل اللہ سوا فرض کے ہر گناہ کا کفارہ ہے (صحیح مسلم)

### حدیث پنجم۔ حضرت فضالہ بن عیینہ سے روایت ہے کہ رسول خدا

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر شخص جو مرنے سے اس کے اعمال کا خاتمہ ہو جاتا ہے مگر جو شخص جہاد فی سبیل اللہ میں مرنے سے اس کے اعمال قیامت تک بڑھتے رہتے ہیں (ترمذی)

## حدیث ششم۔

حضرت مقدم بن معدیکرب سے روایت ہے۔ وہ کہتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہید کے لئے خدا کے یاں چھ بزرگیاں ہیں۔ شہید ہوتے ہی اس کے سب گناہ بخش دئے جاتے ہیں اور وہ عذاب قبر سے بچا لیا جاتا ہے اور روز قیامت کی دہشت سے اس کو امن ملتا ہے اور اس کے مہر پر تاج عزت کا رکھا جاتا ہے کہ جس کا ایک یا قوت دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ اور بہتر حور عین کے ساتھ اس کا نکاح کیا جاتا ہے اور اس کے تشرع زیدوں کے بارے میں اس کی سفارش قبول کی جاتی ہے۔ (ترمذی)

## حدیث ہفتم۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شہید کو قتل کی تکلیف محسوس نہیں ہوتی مگر صرف اسی قدر کہ جیسے تم میں سے کسی کو چیونٹی کاٹتی ہے۔ (ترمذی)

## حدیث ہشتم۔

حضرت ابوامامہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کو دو قطروں سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہیں ہے۔ ایک تو آنسوؤں کا قطرہ جو خوف خدا سے نکلے دوسرے خون کا قطرہ جو راہ خدا میں بہایا جائے (ترمذی)

## حدیث نہم۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے ایک روز فرمایا کہ تمہارے بھائی غزوہ احد میں شہید ہوئے تو خدا نے ان کی رگوں کو سبز برآمدل کے قالب میں رکھا کہ وہ جنت کی نردیں پر جاتے ہیں اور جنت کے پھل کھاتے ہیں اور رات کو قندیلوں میں جو عرش کے نیچے لٹکی ہوئی ہیں لیسرا کرتے ہیں جب ان کو کھانے پینے کا اور سہنے کا خوب آرام ملا تو انہوں نے کہا کہ کوئی ہے جو ہمارے بھائیوں کو ہماری خبر پہنچا دے کہ ہم جنت میں زندہ ہیں تاکہ وہ لوگ جنت سے بے اتفاقی نہ کریں اور جہاد میں سستی نہ کریں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نہیں تمہاری طرف سے خبر پہنچائے دیتا ہوں۔ **وَلَا تَحْزَبُنَ الَّذِينَ قَاتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَالًا مَبْلُوجًا** عند من ہمہ یوزقون۔ (الآیہ راہ راؤد)

## حدیث دہم۔

حناء بنت معاویہ سے روایت ہے کہ وہ کہتی تھیں کہ مجھ سے میرے چچا نے بیان کیا وہ کہتے تھے میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ (طہنی) جنتی کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ نبی جنتی ہیں اور شہید جنتی ہیں اور نابالغ بچے (جو مر جائیں) جنتی ہیں۔

آوردنہ دین کیا ہوا شخص جنتی ہے (ابوداؤد)

**حدیث یازدہم** حضرت ابو عبس انصاری سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے دونوں پیر سفر جہاد میں غبار آلود ہو جائیں پھر اس کو دوزخ کی آگ نہیں چھو سکتی (بخاری)

## باسمہ فقط اللہ ہی اللہ

- ۱) جب کہا جاتا ہے کہ حضرت تشریف لائیے گا۔ تو کہتے ہیں۔ . . . . انشاء اللہ
- ۲) دکھ دو میں پکارتے ہیں۔ . . . . ہائے اللہ
- ۳) اگر تشریف کرتے ہیں تو کہا جاتا ہے۔ . . . . سبحان اللہ
- ۴) خوش ہوئے تو کہہ دیا۔ . . . . ماشاء اللہ
- ۵) دسترخوان پر بیٹھے تو کہا۔ . . . . بسم اللہ
- ۶) لقمہ تر پر کہا۔ . . . . سبحان اللہ
- ۷) پانی پلانے پر کہا۔ . . . . جزاک اللہ
- ۸) سوکر اٹھے تو کہا۔ . . . . لا الہ الا اللہ
- ۹) جب چھینک آئی تو کہہ دیا۔ . . . . الحمد للہ
- ۱۰) جواب (چھینک) میں کہا۔ . . . . یرحمکم اللہ یرحمکم اللہ
- ۱۱) سبجہ میں نہ آیا تو کہا۔ . . . . لا حول ولا قوۃ الا باللہ
- ۱۲) اگر پرچھا کہ آپ کیسے کام کرتے ہیں جواب دیا۔ . . . . توکل علی اللہ
- ۱۳) گناہوں سے معافی چاہیں تو کہا۔ . . . . استغفر اللہ
- ۱۴) قسم کھانے پر کہیں۔ . . . . واللہ باللہ
- ۱۵) بوقت نکاح کہیں۔ . . . . امنت باللہ
- ۱۶) کسی سے محبت ہو تو۔ . . . . محب اللہ
- ۱۷) وقت رخصت کہیں۔ . . . . فی مکان اللہ

- (۱۸) کسی سے مانگیں تو واسطے .. .. . اللہ
- (۱۹) خیرات پر کہیں .. .. . فی سبیل اللہ
- (۲۰) وعدے نیک پر .. .. . امین اللہ
- (۲۱) کسی بات سے پناہ مانگیں تو .. .. . نعوذ باللہ
- (۲۲) کسی خوشرو کو دیکھ کر .. .. . فتبارک اللہ
- (۲۳) مرنے کی خبر سنا کر کہیں .. .. . انا للہ
- (۲۴) غصہ نہ کر .. .. . اللہ ہی اللہ

## باب التقریظ والانتقاد

**ندائے حرم (کراچی)** | مولانا رحمت اللہ مہاجر جو مکی کی یادگار مدرسہ صولیہ بلکہ مقدسہ ام القریٰ مکہ معظمہ ادا مہا اللہ مشرقاً و تعظیماً میں قریباً پچھتر سال سے جاری ہے۔ اس مدرسہ کے اخراجات کا اکثر حصہ بلکہ تقریباً کل کا کل ہندوستان کے مخیر حضرات اور دیندار و صاحب ثروت مسلمان پورا کیا کرتے ہیں۔ کچھ عرصہ سے قردل بارغ دہلی میں اس دارالعلوم صولیہ کی امداد و اعانت کے چندوں کی وصولی اور دیگر امور کے لئے دفتر قائم کیا گیا۔ آدرا باقاعدہ دفتری کارروائی کی تکمیل کے ساتھ ساتھ ”ندائے حرم“ کے نام سے ایک ماہوار جریدہ بھی جاری کیا گیا۔ ندائے حرم کا مقصد یہ ہے کہ

۱۔ دارالعلوم حرم صولیہ (مکہ معظمہ) کے اغراض و مقاصد کی اشاعت اور ان کی تکمیل کے لئے کوشش کی جائے۔ ۲۔ دارالعلوم صولیہ کے سرپرستوں اور معاونین کرام کو اس کے اہم اور فزوری حالات سے روشناس کرایا جائے ۳۔ مسلمانان ہند کو اسلامی دنیا کی اہم تحریکات، علمی اور معاشرتی جدوجہد اور علمی اور فنی خدمات سے باخبر کیا جائے۔

اسی مقصد کے پیش نظر کافی عرصہ تک رسالہ دہلی سے نکلتا رہا۔ اور ایسا کامیاب مذہبی دینی رسالہ تھا۔ ستمبر ۱۹۷۴ء کو دہلی پر جو قیامت خیز تباہی آئی اور کہ وڑوں کی جائدادوں کی تباہی اور مسلمانوں کی خون ریزی و بربادی اور جلا وطنی کے ساتھ ساتھ علمی ذخیرے اور مذہبی علمی ادارے بھی نذر آتش ہو کر اجڑ گئے۔ اور خصوصاً قردل بارغ کا علاقہ خاص طور سے ان ظالم مفسدین کی نکتہ پر دازیوں کا نشانہ بنا۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں ”ندائے حرم“ کا دفتر بھی تباہ و برباد ہوا۔ آدو دفتر کے کارکنوں کو بھد حسرت و یاس

ان "اچڑے ہوئے دیار" کو مجبوراً چھوڑ کر کراچی آنا پڑا۔ اب مدرسہ مولیٰ تہ کا دفتر قردل باغ دہلی کی بجائے کراچی میں کھول دیا گیا اور چند ماہ کے مجبورانہ التواء کے بعد دوبارہ "ندائے حرم" کراچی سے جاری کیا گیا۔ محرم تا رجب سات ماہ کا یکجائی شائع شدہ پرچہ پیش نظر ہے۔ یہ پرچہ چند اچھے مذہبی مضامین پر مشتمل ہے۔ اس رسالہ کی سرپرستی اور اس ادارہ کی امداد و اعانت یقیناً ایک کار خراب ہے اس لئے قارئین کرام اگر تعاون کا ہاتھ بڑھائیں اور خریداری منظور فرمائیں تو ایک نہایت اچھا کام اور موجب خیر و برکت ہے۔

سالانہ چندہ پاکستان کے لئے تین روپیہ اور بیرون پاکستان کے لئے پانچ روپیہ ہے۔ ترسیل ذرا پتہ یہ ہے:-  
پتہ: معتمد عمومی صدر دفتر دارالعلوم حرم مولیٰ تہ، ۱۱/۱۱/۱۱، حبشیہ کوارٹرس کراچی سٹریٹ

# جامع محمدی

ضلع جھنگ (غربی پاکستان)

جامع محمدی کی ایک عظیم الشان تعلیمی کانفرنس ۱۱ رجب ۱۴۰۹ (۲۱ مئی ۱۹۸۸ء) چنیوٹ جھنگ (غربی پاکستان) منعقد ہوئی جس میں عالی جناب صاحبزادہ فخر الدین صاحب آن سیال شریف علامہ علاؤ الدین صاحب صدیقی معتمد عمومی پنجاب صوبہ مسلم لیگ، قاضی محمد نصیر الدین صاحب نائب رئیس جامع اسلامیہ، سید محمد العربی المرکشی، الحاج محمد رفیع خان سلیم خشتی کے علاوہ مقتدر علمائے کرام اور صوفیان عظام نے شرکت کی۔

کانفرنس مذکورہ کے مختلف اجلاس ہوئے اور مندرجہ ذیل قراردادیں منظور کی گئیں:-

۱) جامع کی یہ اسلامی تعلیمی کانفرنس حکومت سے پرزور مطالبہ کرتی ہے کہ اسلامی علوم کی وسعت، اشاعت اور ترقی کے لئے ملک پاکستان میں ایک مستقل محکمہ اسلامی نظام تعلیم کے نام سے قائم کیا جائے تاکہ ملک پاکستان کے تمام افراد میں اسلامی رنگ پیدا ہو سکے۔

۲) یہ کانفرنس پاکستان کے محکمہ ارباب تعلیم سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ پاکستان کے قیام سے بدلے ہوئے حالات اور مسلمانوں سے کئے ہوئے وعدوں کے پیش نظر دینی تعلیم اور عربی علوم کی ترویج و اشاعت کے لئے علمائے اسلام کا ایک نمائندہ اجلاس بلائے جس میں دینی نظام تعلیم اور محکمہ دینیات کے قیام پر غور کیا جائے۔

۳) یہ کانفرنس حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتی ہے کہ تمام سکولوں، کالجوں اور اداروں

میں مسلمان طلباء کے لئے عربی اور دینی تعلیم کو لازمی قرار دیا جائے۔

۴) کانفرنس جامع محمدی کی اس تعلیمی و تنظیمی خدمت کو بنظر استحسان دیکھتی ہے۔ نیز تمام تعلیمی اسلامی اداروں اور جملہ مدارس عربیہ اسلامیہ اور دیگر سہروران ملت سے اپیل کرتی ہے کہ وہ اس اہم ملی کام میں جامع سے مخلصانہ اشتراک عمل فرمائیں۔

ہمدرد ملت! مسلمانوں کی ترقی کا راز دین اسلام کی پابندی میں مضمر ہے اور دین اسلام کی پابندی تعلیم دین کے بغیر ممکن نہیں جامع محمدی کے متوکلین کی یہ تعلیمی کانفرنس دینی اور عربی تعلیم کی طرف توجہ تمام کا ابتدائی قدم ہے مرکزی اور صوبائی حکومت کے ذریعہ محکمہ تعلیم کے منصر میں ارکان اسمبلی اور دیگر ہی خواتین ملت سے استدعا ہے کہ وہ اس معاملہ میں جامع محمدی سے تعاون کریں۔

ہمدرد جامع! آنجناب کا تعاون صرف مالی امداد پر موقوف نہیں بلکہ جامع کے خادمان کو صحیح مشورہ، اپنے ماحول میں عربی کی اہمیت کی تبلیغ اور مذکورہ قرار دہوں کی تکمیل کے لئے ہر عملی قدم دونوں جہاں میں سرخ روئی کا باعث ہے۔  
(نیاز مند محمد ذاکر غفرلہ ناظم عمومی جامع محمدی جھنگ)

(بقیہ صفحہ نمبر ۴۰)

لئے ایک صالح اور سہ حادثہ کے لئے ایک موجد کا سہنا ضروری ہے۔ اسی چیز کو قرآن نے ان الفاظ میں بیان کیا کہ **يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَكُنْتُمْ أَصْوَآتًا فَاجِبًا كُمْ** تم اللہ کے وجود کا کیوں کر انکار کر سکتے ہو جبکہ تمہارا دنیا میں نام و نشان تک تھا تو اس نے تمہیں پیدا کیا ایک دوسری جگہ فرمایا کہ۔

**وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقَ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَاجْتِلَافَ السِّنِّتُمْ وَالْأَلْبَاطِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّعَالَمِينَ**۔ امد اس کی ہستی کے دلائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے زمین و آسمان بنائے اور تمہاری بولیوں کا اختلاف تمہارے دگوں کا مختلف ہوا ان تمام چیزوں میں سوچہ بوجہ رکھنے والی دنیا کے لئے وجود باری پرزبردست نشانیاں ہیں۔ قرآن کریم ذات احدیت کے ثبوت پر دلائل و شواہد سے بھرپور ہے مگر ہم خوف طوالت کی وجہ سے صرف ان دو دلیلوں پر اکتفا کرتے ہیں۔

**ایمان باللہ کا دوسرا مفہوم**۔ دوسرا مفہوم ایمان باللہ کا یہ ہے کہ اللہ کو اس کی ذات و صفات میں وحدہ لا شریک کہ ماننا یعنی اس کی ذات و صفات میں کسی کو اس کا شریک نہ گردانا جائے۔ اسی کی عبادت کی جائے جو کچھ مانگنا ہو اسی بے نیاز کے

دوست مانگا جائے اور زندگی کی ہر شکل میں صرف اسی کے سامنے جہیں عجز و نیاز جھکا کی جائے اور ہر چیز کو اسی کے قبضہ قدرت میں سمجھا جائے۔ جیسے کہ ارشاد ہے۔ **اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ**۔ اللہ کے سوا کوئی الٰہ یعنی قابل پرستش نہیں وہ زندہ ہے اور اس کی زندگی کی نہ تو کوئی ابتدا ہے اور نہ ہی انتہا کائنات کا تمام نظام اسی کے سپہارے چل رہا ہے۔ اور وہی اس کا خانہ رنگ و بو کا منتظم ہے۔ دوسری جگہ فرمایا۔ **شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ**۔

خود ذات باری کا وجود اس بات پر شاہد ہے کہ اس کے سوا کوئی اللہ نہیں کیونکہ اسے خالق ارض و سما اور موجود نظام زندگی مان کر اس کی الٰہیت میں کسی اور شریک لانا خود ہی اپنے قول کی تکذیب کرنا ہے اسلئے کہ اس کا خانہ فطرت میں اگر کسی اور کو اس کا شریک مان لیا جائے تو نظام زندگی کے روزمرہ معمولات میں اس قدر نظم اوقات اور اتنا بختہ انتظام کیسے قائم رہ سکتا ہے۔

عالم ملکوت کی ہر ایک ہستی اور اہل بعثت و بصائر سبھی اس بات پر متفق ہیں کہ وہ اپنی ذات و صفات میں لاشی یک ہے۔

ہر گناہ ہے کہ از میں روید وحدۃ لا شریک لہ گمید  
کیونکہ نہ کہان یمنہا الٰہۃ الا اللہ نفسدا کا یعنی اس نظام زندگی کا منتظم اگر خدا کے سوا کوئی اور بھی ہوتا تو یقیناً دو خداؤں کے باہمی اختلاف سے یہ سارا نظام ارض و سماوات درہم برہم ہو جاتا۔

اگر یہ جھوٹی سی سلطنت کے بیک وقت کے دو بادشاہ نہیں ہو سکتے تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ اتنی بڑی عظیم الشان سلطنت کے حاکم اعلیٰ دو یا اس سے زیادہ ہوں۔ **تَحَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ**۔ آدم علیہ السلام سے لیکر نبی آخر الزمان تک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی نبی ایسا نہیں جو توحید کا مبلغ و داعی نہ کہ نہ آیا ہو خود قرآن اس پر شاہد ہے۔ **فَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُفِخُ فِيهِ أَنْهَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي**۔

یعنی ہم نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جسے وحدانیت الٰہی کا پیام دیکر نہ بھیجا گیا ہو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی پیغام کو لیکر مبعوث ہوئے اور دنیا کے کافروں تک یہ آواز پہنچائی کہ

**قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تَعَالَى**۔ اللہ کی وحدانیت کا اقرار کر لو تو کامیاب ہو جاؤ گے۔

**ایمان باللہ کا تیسرا مفہوم**۔ ایمان باللہ کا تیسرا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کے وہ تمام احکام جنہیں وہ انبیاء کے ذریعے دنیا تک پہنچاتا ہے ان پر تسلیم کر لیا جائے اور اس کے ذریعے کے سوا باقی تمام دنیا کے احکام سے جو اس کے قوانین سے ٹکراتے ہیں عملی اور قلبی بغاوت کی جائے فرمایا کہ

**وَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ** (باقی صفحہ ۴۱ پر)